باسمہ سبحانہٗ

ماہنامہ

ریویو آف ریلیجنز (اردو)

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

مرتّبہ

علی محمد اجمیری

Digitized by Khilafat Library

بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ مطابق جون ۱۹۳۸ء

جلد ۳۷ عدد ۳

ضروری التماس

جن احباب کے سالانہ چندہ کی میعاد ختم
ہو چکی ہے ان کی خدمت میں آیندہ ماہ کا پرچہ بذریعہ
وی۔پی۔پی روانہ ہوگا۔امید ہے وہ تین روپے تین آنے
کا یہ وی۔پی۔پی وصول کرلیں گے اور اسے واپس کرکے دفتر کو
زیر بار نہیں کریں گے ۔

بعض اصحاب کے ذمہ ابھی تک گذشتہ بقایا چلا آتا ہے اُن سے درخواست
ہے کہ بقایا زرچندہ جلد ترادا کرکے حساب بے باق فرمائیں ؛

اگر دوست بذریعہ منی آرڈر یہ رقوم بھیجدیں تو اس میں ان کا بھی
فائدہ ہے اور دفتر بھی بہت سی خط وکتابت کی زیر باری سے بچ جائیگا
تمام بہی خواہاں رسالہ سے التماس ہے کہ وہ براہ مہربانی یہ طریق
اختیار کرکے رقوم جلد تر ارسال کر دیں ؛

بعض دوستوں کی خدمت میں یہ پرچہ بطور نمونہ بھیجا جا رہا ہے۔
امید ہے وہ رسالہ کی سالانہ قیمت مبلغ تین روپے پیشگی
بھیجکر اپنے اس قومی رسالہ کی خریداری منظور فرمائیں گے۔

بیرون ہند کے احباب ساڑھے
تین روپے
بھیجیں ؛

Digitized by Khilafat Library

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ

قیمت سالانہ اندرون ہندوستان [illegible] بیرون ہند [illegible]

ساڑھے تین روپے۔ طلباء اور غیر احمدی احباب سے اڑھائی روپے

ماہنامہ
ریویو آف ریلیجنز (اردو)

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

جلد ۳۷ | ۶۔ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ مطابق ۵۔ جون ۱۹۳۸ء | عدد ۶

فہرست مضامین

دکھ اور سکھ کا اصل سبب کیا ہے صـ ۲ تا ۹	مولنا ابو العطاء صاحب جالندھری مبلغ بلاد عربیہ
اسلامی تمدن (راستہ کے آداب) صـ ۱۰ تا ۱۵	علی محمد اجمیری
چچا کی موجودگی میں بھتیجا اپنے دادا کے ترکہ کا وارث ہوتا ہے یا نہیں؟ صـ ۱۶ تا ۲۰	مولنا محمد اسمٰعیل صاحب فاضل پروفیسر جامعہ احمدیہ قادیان
بعض سوالات اور ان کے جواب صـ ۲۱ تا ۲۷	حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب
بشنوئی فرقہ صـ ۲۷ تا ۲۹	" "
جنم ساکھی سری گورو سنگھ سبھا میں تحریف صـ ۲۹ تا ۳۲	گیانی واحد حسین صاحب مبلغ
وصیتیں و اشتہارات صـ ۳۳ تا ۴۰	

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

دُکھ اَور سُکھ کا اصل سبب کیا ہے؟

{آریہ سماج دہلی نے امسال اپنے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر جملہ مذاہب کی کانفرنس منعقد کی جس میں تمام مذہبی جماعتوں کو عنوان بالا پر اظہار خیال کرنے کی دعوت دی۔ اہل اسلام کیطرف سے مولانا ابو العطاء صاحب کا حسب ذیل مقالہ پڑھ کر سنایا گیا جسے حاضرین نے بہت پسند کیا:-}

انسان اشرف المخلوقات ہے

پیدائش عالم پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ساری مخلوقات میں سے انسان اعلیٰ اور اشرف ہے۔ کائنات کا ہر ذرہ اپنے اپنے رنگ میں اس کی خدمت کر رہا ہے۔ آسمان کے روشن ستارے، چمکدار اور خوبصورت چاند، نورانی کرنوں کا حامل آفتاب یہ سب انسان کی زیست اور نشو و نما کے لئے اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ ہواؤں میں پرواز کرنیوالے پرندے، کھلی فضاؤں اور جنگلوں میں بسنے والے چرندے اور درندے، سطح زمین پر رینگنے والے اور پانیوں میں تیرنے والے جانور سب مجموعی طور پر انسان کے لئے مسخر ہیں۔ خوشنما اور خوشبودار پھول، شیریں اور خوش ذائقہ پھل، درختوں، ندیوں، پہاڑوں اور دریاؤں کے دلربا مناظر یہ سب انسان کی خاطر ہیں۔ غرض زمین و آسمان کی تمام اشیاء اشرف المخلوقات انسان کی خدمت کے لئے کمربستہ ہیں اور اسے منزل مقصود تک لیجانے میں ممد و مددگار ہیں۔

Digitized by Khilafat Library

انسان الٰہی صفات کا جلوہ گاہ ہے

انسان ایک بلند، نہایت ہی بلند مقصد کے لئے پیدا ہوا ہے۔ وہ مٹی کا کھلونا نہیں کہ اس کا بنانا اور توڑنا محض کھیل کے طور پر ہو بلکہ وہ اس اعلیٰ غرض کے لئے بنایا گیا ہے جسے سارا مجموعۂ عالم پورا کرنے سے قاصر تھا۔ اور صرف انسان ہی اس بلند مقصد کو پورا کرنے کا اہل ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا۔ یعنی انسان ہی الٰہی امانت کا امین بنا اور اسی نے اپنے آپ کو صفات الٰہیہ کا جلوہ گاہ بنایا۔ وہ اس کائنات میں

خدائی جلال وجمال کا کامل مظہر ٹھیرا۔ اس نے اپنے ظرف کے مطابق اللہ تعالیٰ کے اخلاق کو ظاہر کیا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی کامل جلوہ گری کے لئے انسان کو ہی پیدا کیا گیا اور اُسے نوع مخلوق میں سے کامل ترین استعدادوں اور قابلیتوں کے ساتھ اس دنیا میں بھیجا گیا۔ اس لئے وہ اشرف المخلوقات ٹھیرا۔ اور باقی تمام چیزوں کو اُس کی معاونت کے لئے مامور کیا گیا ✦

انسان فطرتاً بےگناہ ہے

انسانی پیدائش کے متعلق اسلامی عقیدہ یہی ہے۔ کہ ہر بچہ ماں کے پیٹ سے بیگناہ اور بےلوث پیدا ہوتا ہے۔ اُس کی فطرت صحیح ہوتی ہے۔ اور اُسے اس دنیا میں عمل کرنے کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ اسلام کا قادر وتوانا خدا ذرات اور اجسام کے تمام اجزاء کو، رُوح اور اُس کی تمام خاصیتوں کو اپنی غیر محدود قدرت سے پیدا کرتا ہے۔ وہ اپنی صفات کے اظہار کے لئے کسی دوسری چیز کا محتاج نہیں اس لئے وہ انسان کو بنانے کا جب ارادہ کرتا ہے تو اُس کے ارادہ کو کوئی روک نہیں سکتا۔ ہاں وہ خالق السمٰوات والارض انسان کو معصومیت کے جامہ میں بھیجتا ہے۔ تا انسانی رُوح اپنی خاصیتوں کو نشوونما دیکر اوجِ کمال تک پہنچ جائے۔ ہمارے نزدیک انسان کی یہ زندگی اُن غیر محدود ترقیات کے حصول کا ذریعہ ہے جو انسان کے لئے مقدر ہیں۔ اور اُس بلند مقصد کے پانے کا راستہ ہے جس کے لئے انسان پیدا کیا گیا۔ اسلام انسان کا منتہائے کمال نجات نہیں بلکہ فلاح قرار دیتا ہے۔ کیونکہ بدی نہ کرنا اچھا ہے، گناہ کے بندھن سے چھوٹ جانا خوبی ہے لیکن نیکی کرنا اور نیکی پر دوام اختیار کرنا اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ قرضہ کے نیچے دبے ہوئے انسان سے سُود نہ لینا اچھی بات ہے لیکن قرضہ کا معاف کر دینا اور مسکینوں کو خیرات وصدقہ دینا اور بھی اچھا ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ کہ انسانی پیدائش کا مدعا عبادت بجالانا ہے خدائی صفات سے متصف ہونا ہے۔ دوسری جگہ فرمایا صِبْغَۃَ اللّٰہِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبْغَۃً وَّنَحْنُ لَہٗ عٰبِدُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے اخلاق اپنے اندر پیدا کرو۔ کیونکہ تم کمال کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ اور خدا تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی کامل نہیں اس لئے اس کے رنگ میں رنگین ہونا ہی انسانی سعادت، انسانی کمال اور انسانی فضیلت ہے۔ اِسی رنگ کو اختیار کرنا اصل عبادت ہے۔ ظاہری اعمال اِس عبادت کے نقوش وآثار ہیں۔ غرض اسلام نے انسانی پیدائش کا مقصد بہت بلند اور غیر محدود قرار دیا ہے اور ہر انسان کو پیدائشی طور پر بےگناہ اور معصوم تسلیم کیا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو انسان کی یہی صحیح پوزیشن ہے۔ اِسے زندگی کی اِس کشمکش میں جکڑ کر نہیں، بلکہ آزاد چھوڑا گیا ہے۔ اور وہ اپنے اعمال کا پورے طور پر جوابدہ ہے۔ اِسے بلند پروازی کے لئے زبردست پَر دیئے گئے ہیں۔ اِس کی سرشت میں امنگ اور اس کے خمیر میں خواہشِ ترقی رکھ دی گئی۔ تا وہ اپنی ترقیات کی

منازل کو شوق و رغبت سے طے کرتا جائے اور آخر اُس ذات سرمدی سے وہ محکم رشتہ قائم کرلے جسے کاٹا نہ جاسکے اور اس کی استواری کے سامنے تمام طاغوتی طاقتیں عاجز و ناتواں ثابت ہوں۔ وہ اپنے خالق کا عاشق صادق بن جائے۔ وہ احدیت کے بحر ناپیدا کنار میں غوطہ زنی اپنا شیوہ اختیار کرلے۔ سچ مچ یہی حقیقی زندگی ہے۔ اور اسی وصال باللہ کے لئے انسان پیدا کیا گیا ہے اور یہی انسان کی منزل ہے ۔

Digitized by Khilafat Library

روحانی تکمیل متضاد مؤثرات کی مقتضی ہے

اسلام کہتا ہے کہ انسانی فطرت کی مخفی استعدادوں اور قابلیتوں کو ظاہر کرنے کے لئے انسان کو مختلف حالات سے دوچار ہونا ضروری ہے۔ اُس کی استعدادات کو پنپنے کے لئے مختلف میدانوں کی ضرورت ہے۔ اُس کی روحانی تکمیل متضاد مؤثرات کے وجود کو چاہتی ہے۔ رات اور دن دو متضاد چیزیں ہیں مگر نباتی۔ حیوانی اور انسانی زندگی کے لئے دونو کا ہونا ضروری ہے۔ دن کی روشنی بھی ضروری ہے رات کی تاریکی بھی ضروری ہے۔ بیشک اندھیری رات میں مسافر راستہ بھٹک جاتے ہیں۔ چور مال و منال چُرا لیتے ہیں لیکن کوئی انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ رات نہ ہوتی تو اچھا تھا۔ کیونکہ ہر ایک جانتا ہے۔ کہ جسمانی زندگی کا ایک حصہ رات کی تاریکی کا مرہونِ احسان ہے۔ قانونِ قدرت یہی ہے کہ مثبت اور منفی کے ملنے سے نئی طاقت پیدا ہوتی ہے۔ پس ضروری ہے کہ انسان کی مخفی استعدادوں کے اظہار کے لئے اس پر مختلف حالات آئیں۔ دن بھی آئے رات بھی آئے۔ دُکھ بھی آئے سُکھ بھی آئے۔ خوشی اور سرور بھی آئے۔ رنج اور کلفت بھی آئے۔ عسر بھی آئے یسر بھی آئے۔ یہ سب چیزیں عارضی ہونگی۔ کیونکہ یہ دنیا اور اس کی تمام چیزیں اور تمام حالات عارضی ہیں۔ لیکن یہی حالات انسانی روحانیت اور انسان کی خفتہ قابلیتوں کو بیدار کرکے اُسے ابدی زندگی کا وارث کردینگی۔ تنگی کے دن چلے جاتے ہیں لیکن ہمدرد اور مہربان انسان کی نیکی یاد رہتی ہے۔ مصیبت کی گھڑیاں کٹ جاتی ہیں مگر مصیبت میں کام آنے والے کی یاد انسانی قلوب میں تازہ رہتی ہے۔ درحقیقت انسان ایک عجیب ہستی ہے۔ جس طرح تندرست انسان کا جسم دن کی روشنی میں بھی نشو و نما پاتا ہے اور رات کی تاریکی میں بھی اسے تقویت حاصل ہوتی ہے اسی طرح نیک انسان کی روح سُکھ کے وقتوں میں بھی خدا کے قرب کو حاصل کرتی ہے اور دُکھ کی گھڑیوں میں بھی وہ آستانۂ الوہیت پر جھکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔ کہ ہم نے ہر چیز کا جوڑا بنایا ہے تا تم ہر حالت میں اور ہر چیز پر نگاہ ڈال کر نصیحت حاصل کرو اور روحانی کمال کو پالو۔ یہ سب چیزیں اور یہ تمام

تغیّرات، دن اور رات، سُکھ اور دُکھ، رُوحانی تربیت کا ذریعہ ہیں۔ مدرسہ میں اُستاد شاگردوں کو گنتی سکھاتا ہے۔ ایک شاگرد کے ہاتھوں میں پیسے دیتا ہے اور دوسرے کے ہاتھوں میں ہیرے کے ٹکڑے اور تیسرے کے ہاتھوں میں سنگریزے تاکہ انہیں بتلائے کہ پانچ کو پانچ میں ملانے سے دس بن جاتے ہیں۔ اب اگر وہ شاگرد گنتی سیکھنے کی بجائے پیسوں، سنگریزوں اور ہیرے کے ٹکڑوں کی وجہ سے لڑنا جھگڑنا شروع کردیں تو ہر دیکھنے والا انہیں نادان قرار دیگا کیونکہ اُستاد کا مقصد ان کو پیسے یا سنگریزے دینا نہیں بلکہ گنتی سکھانا ہے اور وہ اس کے بعد پیسے بھی واپس لے لیگا اور سنگریزے بھی۔ اسی طرح انسانی فطرت کو اوج کمال تک پُہنچانے کے لئے انسان پر مختلف حالات آتے ہیں۔ صحت اور بیماری۔ تنگدستی اور خوشحالی، سرور اور غم سے اسے واسطہ پڑتا ہے۔ مگر یہ اصل چیز نہیں اس لئے ان میں اُلجھ کر رہ جانا فرزانگی نہیں بلکہ اصل چیز یہ ہے۔ کہ انسان جان لے کہ اُس کا ایک قادر و قیوم خدا ہے۔ جو اِس کارخانۂ عالم کو چلا رہا ہے۔ اور اپنے اُس خدا سے اپنے پورے دل اور پوری جان سے محبّت کرے۔ تا انسان کی استعدادوں کا کامل ظہور ہو۔ ظاہر ہے کہ اس بات کو سمجھنے کے لئے مختلف حالات کا آنا ضروری ہے۔ بہت ہیں اگر انہیں دس برس آرام کے آجائیں تو وہ فرعون بے سامان بنکر خدا کو بھول جاتے ہیں۔ بنی نوع انسان سے متکبّرانہ پیش آتے ہیں۔ بہت ہیں جن کو دولت و ثروت ہلاکت کے گڑھے میں گرادیتی ہے اور وہ اپنی روح کو ہمیشہ کے لئے برباد کرلیتے ہیں۔ بہت ہیں جو اولاد اور رشتہ داروں کے گھمنڈ میں اللہ تعالیٰ سے دُور جا پڑتے ہیں۔ پس در اصل نہ سُکھ حقیقی مقصد ہے نہ دُکھ۔ نہ دولت و اولاد اصل مدعا ہے نہ عزّت و جاہ۔ بلکہ اصل چیز۔ خدا کی معرفت ہے اس کے ساتھ تعلق ہے۔ اور دُکھ اور سُکھ اپنے اپنے رنگ میں خدا کی معرفت کا ذریعہ ہیں۔ انسانی استعدادوں کو نشوونما دینے والے ہیں اس لئے ان کا ہونا ازبس ضروری ہے۔

اگر اس دنیا میں ہمیشہ سُکھ رہتا تو انسانی اخلاق کا ایک حصّہ مرجاتا اور اگر ہمیشہ دُکھ رہتا تو انسانی اخلاق کا دوسرا حصّہ مرجاتا۔ لمبی خوشی بالعموم انانیت اور رعونت پیدا کردیتی ہے۔ لمبا غم عموماً مایوسی اور ناامیدی پیدا کردیتا ہے۔ اور انسانی اخلاق کا کمال میانہ روی میں ہے۔ پس چاہیئے کہ جب تک انسان کی ہر حرکت و ہر سکون خدا کے لئے نہیں ہوجاتا اس پر عسر و یسر کے دَور آتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ۔ یعنی تم پر عسر و یسر تو آتے ہی رہینگے لیکن تمہیں چاہیئے کہ ہر صبر آزما تکلیف میں خدا کے حُکم پر قائم رہو اور نعمتوں کو دیکھ کر بھی خدا ہی کی طرف جُھکو۔ کیونکہ ہر عُسر و یسر کا وہی مالک ہے۔

وہی حالات کو پیدا کرنے اور تبدیل کرنے والا ہے ؎

دُکھ اور سُکھ کیا ہے؟

بہت سے لوگ سُکھ اور دُکھ کی تعریف میں سخت غلطی کرتے ہیں۔ وہ ظاہری تکلیف کو دیکھ کر اسے دُکھ گمان کر لیتے اور اس کا سبب اس انسان کی بدیوں کو قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ درست نہیں۔ نبیوں، رشیوں اور روحانی مصلحین کی زندگی بظاہر آلام و مصائب کی زندگی نظر آتی ہے۔ چاروں طرف سے انہیں تکالیف کا سامنا دکھائی دیتا ہے۔ دنیا ان کی مخالف، اپنے و بیگانے ان کے خون کے پیاسے ہو جاتے ہیں۔ انہیں وطن سے بے وطن ہونا اور ہر قسم کی اذیتوں کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ کیا کوئی مذہبی انسان کہہ سکتا ہے۔ کہ خدا کے مقدسوں کا یہ گروہ (نعوذ باللہ) کبھی بدکار تھا اور یہ تکالیف ان کی بدیوں کا خمیازہ ہیں؟ ہرگز نہیں۔ بلاشبہ ان کو تکالیف ہیں مگر وہ اسے دُکھ کی زندگی نہیں سمجھتے اور نہ وہ بدیوں کی سزا ہے بلکہ درحقیقت وہ اعلیٰ ترین مقصد کی خاطر قربانی کر رہے ہیں ؎

ایک کسان سردی کی راتوں میں کھیت پر جاتا ہے گرمی کی شدت کو برداشت کرتا ہے اپنی محنت سے کماتا ہے خود کھاتا اور اپنے بیوی بچوں کو کھلاتا ہے کیا وہ اسے دُکھ سمجھتا اور اس دُکھ سے مخلصی چاہتا ہے؟

ایک طالب علم دن رات تعلیم پر صرف کرتا ہے۔ وہ اپنے آرام حتیٰ کہ کھانے تک سے بے پروا ہو جاتا ہے۔ محنت، ہاں پوری محنت کرتا ہے کیا یہ دُکھ ہے یہ عذاب ہے یہ بدیوں کی سزا ہے؟ کیا آپ اس طالب علم کو کہینگے۔ کہ وہ اس دُکھ کو اختیار نہ کرے؟ اگر آپ ایسا کرینگے تو وہ اس دن کا تصور کرکے جب وہ کامیاب ہو کر ایم۔ اے بننے والا ہے آپ کو دیوانہ قرار دیگا اور آپ کی خیر خواہی کو کم عقلی پر محمول کریگا ؎

ایک شخص کا ہاتھ زخمی ہے علاج کامیاب ثابت نہیں ہوتے وہ خود ڈاکٹر کے پاس جا کر کہتا ہے۔ کہ میرا ہاتھ کاٹ دیجئے۔ بظاہر یہ ہاتھ کٹوانا دُکھ ہے مگر مریض فیس دیکر ہاتھ کٹواتا ہے کیونکہ وہ اس چھوٹی اور وقتی تکلیف کے ذریعہ بڑی اور پائیدار تکلیف سے بچنا چاہتا ہے بلکہ وہ مقابلۃً اس تکلیف کو دُکھ ہی نہیں سمجھتا ؎

Digitized by Khilafat Library

حاملہ عورت دردِ زہ سے کراہتی ہے۔ سخت تکلیف برداشت کرتی ہے لیکن جب اسے اپنے ننھے بچے کی شکل نظر آتی ہے وہ سب تکلیف بھول جاتی ہے۔ تم تمام فلسفی دلائل کے ساتھ ایک صحیح الفطرت ماں کو جسے فطرتاً بچہ کی مامتا دی گئی ہے اس بات پر آمادہ نہیں کر سکتے۔ کہ وہ اس تکلیف کو دُکھ قرار دیکر "ماں" کہلانے سے باز رہے ؎

غرض ہر تکلیف دُکھ نہیں بدیوں کی سزا نہیں۔ بلکہ بسا اوقات وہ تکلیف جسمانی یا روحانی ترقی کیلئے

لذیذ ترین سُکھ ہوتا ہے۔ اسی طرح ظاہری سُکھ بسا اوقات بدترین دُکھ ہوتا ہے۔ ذرا غور فرمائیں اگر ایک شخص کے پاس لاکھوں روپیہ ہے مگر اسے اطمینانِ قلب حاصل نہیں تو کیا وہ سُکھ میں ہے؟ ایک شخص کے لڑکے ہیں مگر وہ اس کو بدنام کرنے والے ہیں تو کیا وہ سُکھ میں ہے؟ آپ ہر مالدار کو سُکھ میں نہ سمجھیں ہر صاحب اولاد کو خوشحال خیال نہ کریں بلکہ ہر تاجدار کو بھی مسرور یقین نہ کریں۔ حقیقت یہی ہے۔ کہ بیسیوں شاندار محلّات میں بسنے والے۔ لعل و جواہرات میں کھیلنے والے اور ہزاروں انسانوں پر اپنی حکومت کا جُوا رکھنے والے، دُکھ، سخت دُکھ میں مبتلا ہیں۔ ان کی زندگی تلخ ہے وہ انگاروں پر لوٹتے رہتے ہیں۔ اور بیسیوں جھونپڑیوں میں رہنے والے۔ روز کی روٹی روز کمانے والے، دوسروں کے ماتحت رہنے والے آرام اور سکون کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ دن کو محنت کرتے اور رات کو چین سے سوتے ہیں۔ پس دُکھ اور سُکھ کا معیار ظاہری تکلیف یا آرام نہیں ہے بلکہ قلبی سکون اور دلی اطمینان ہے۔ تجربہ شاہد ہے کہ یہ سکون اور یہ اطمینان روحانی اور مادّی دنیا میں قربانی کرنے والے کو حاصل ہوتا ہے۔ ہم ایک غریب کو روپیہ دیتے ہیں۔ بظاہر ہم نے اپنا نقصان کیا ہے لیکن درحقیقت اپنے اطمینان میں اضافہ کیا ہے ہمیں اس سے خوشی حاصل ہوتی ہے۔ خدا کے برگزیدہ ہدایتِ خلق کے لئے مصیبتوں کو برداشت کرتے ہیں مگر وہ خوش ہوتے ہیں طالب علم محنت کے بعد گونہ اطمینان محسوس کرتا ہے۔ پس اصل چیز اطمینانِ نفس ہے۔ اور یہی سب سے بڑا سُکھ ہے اور حقیقی اطمینان خدا کی معرفت سے حاصل ہوتا ہے فرمایا اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ؁

Digitized by Khilafat Library

انسان بے کار رہنے کے لئے پیدا نہیں ہُوا۔ بیکار رہنے سے اس کی فطرت زنگ آلود ہو جاتی ہے۔ اسکے قویٰ معطّل اور شل ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ انسان اپنی ترقی کے لئے مسلسل محنت کا محتاج ہے۔ اسے اس راستہ میں مشقت کے بعد مشقت برداشت کرنی پڑیگی۔ تب جاکر وہ اوجِ کمال تک پہنچیگا۔ ہاں جب انسان محبّتِ الٰہی میں فنا ہو جاتا ہے۔ تو تکلیف اور آرام کی طرف نگاہ نہیں کرتا بلکہ اپنی منزلِ مقصود کی طرف تیز گامی سے جاتا ہُوا گتا ہے ؎

اے محبّت عجب آثار نمایاں کردی ؁ زخم و مرہم برہِ یار تو یکساں کردی

اصل دُکھ یہی ہے کہ انسان اپنے مقصد سے محروم ہو جائے یا اس کی خواہش ترقی پوری نہ ہو۔ یہ درست ہے کہ بدکار انسان کو روحانی حسرا کا احساس پیدا کرانے کے لئے جسمانی سزا بھی دی جاتی ہے اور نیک انسان کو روحانی نیک بدلہ کے ساتھ مادّی نعمتیں بھی ملتی ہیں۔ مگر اس دنیا کی لذتیں اور اس دنیا کے آرام نیز اس عالم کی مصیبتیں اور اس کے دُکھ محض خدا شناسی کا ذریعہ ہیں۔ اسلام چونکہ یقین کی پیروی کا

حکم دیتا ہے۔ اس لئے وہ اس وہم کو غلط قرار دیتا ہے۔ کہ انسان کے دنیاوی آرام اور دُکھ کسی گذشتہ زندگی کے اعمال کا بدلہ ہیں۔ وہ بتلاتا ہے۔ کہ تمہارے خدا نے جو الرحمٰن اور الرحیم ہے یہ تمام حالات تمہاری پاکیزہ فطرت کی ترقی کے لئے پیدا کئے ہیں۔ اس نے کائنات عالم کے تمام اجزاء تمہارے سابقہ اعمال کے بغیر تمہاری خدمت کے لئے مقرر کر دیئے۔ اس نے تمہیں آنکھ، کان، ناک۔ دل۔ عقل فہم اور فراست بغیر تمہارے مانگنے کے دیئے تا تم ان سامانوں کے ذریعہ خدا تک پہنچو۔ یہ سب کشتیاں ہیں جو تمہیں ساحلِ مراد تک لیجانے کے لئے ہیں ؏

خلاصہ کلام

خلاصہ یہ ہے۔ کہ دُکھ سُکھ کے مندرجہ ذیل اسباب ہیں:-

اوّل۔ مختلف حالات کو دیکھ کر انسان اپنی بے بضاعتی کا پورا احساس کرے اور اس قادر مطلق خدا کے احسانات کو دیکھ کر اس کی طرف رجوع کرے۔ اس کے ان موجودہ بے انتہا فضلوں کو دیکھ کر آیندہ آنے والے غیر محدود فضلوں کے لئے جدوجہد کرے۔ خدا خالق اور مالک ہے۔ اس نے اپنی شناخت کے لئے متعدد ذرائع پیدا فرمائے ہیں جن میں سے ایک یہ عالم اور اس کے مختلف اجزاء ہیں۔ فرمایا وَمِنْ اٰیٰتِہٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِکُمْ وَاَلْوَانِکُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ (الروم-۲۲) کہ زمین و آسمان کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگتوں کے اختلاف میں ہماری ہستی کے بہت بڑے نشانات ہیں کاش تم علم سے کام لو ؏

غرض اس دُکھ سُکھ کا پہلا سبب یہ ہے کہ انسان افتاں و خیزاں آستانۂ اُلوہیت پر جھک جائے۔ اور ان عارضی حالات سے حقیقی زندگی کے پانے کی کوشش کرے۔ انسانوں کا مختلف مگر مناسب حالات میں پیدا ہونا، زندہ رہنا اور مرنا بتلاتا ہے کہ ایک مدبّر بالارادہ ہستی اس نظام کو چلا رہی ہے۔ یہ کارخانہ محض اتفاق پر نہیں چل رہا ؏

دوم:- ان مختلف حالات کی انسانی روح کی تربیت کے لئے بھی ضرورت ہے۔ انسانی خوبیوں کا اظہار مصائب کے اوقات میں ہی ہوتا ہے۔ اگر دُکھ سُکھ نہ ہوتا تو اخلاق ادھورے رہتے اور کمالات بشریہ کا ظہور نہ ہوتا۔ پس عام مشکلات یا دُکھ تو انسانی فطرت کے پوشیدہ موتیوں کو ظاہر کرنے کے لئے بمنزلہ کدال کے ہیں۔ پس دُکھ سُکھ کا وجود جوہرِ انسانی کے منصۂ شہود پر لانے کے لئے ضروری ہے سو دُکھ سُکھ کا ایک بڑا سبب یہی ہے ؏

سوم:- بعض دفعہ انسان کسی قانون قدرت یا قانون شریعت کی مخالفت کرتا ہے۔ تو اسے بطور سزا دُکھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ جہاں تک قانون نیچر کا عام اجراء ہے۔ اس میں سب انسان برابر ہیں۔ جو زہر کھائیگا

مرجائیگا۔ جو پانی پیئے گا سیراب ہوجائیگا۔ قانون شریعت کی مخالفت کے نتیجہ میں کبھی کبھی جسمانی دُکھ بطور عذاب بھی آجاتے ہیں۔ غرض مادّی سُکھ دُکھ کے لئے بھی قانون ہے اور رُوحانی سُکھ دُکھ کے لئے بھی خدا کا قانون ہے۔ بچّہ ماں باپ سے جسم وراثتاً حاصل کرتا ہے اس لئے جہاں وہ ان کی بعض خوبیوں کا وارث ہوتا ہے ان کے افعال کا بھی اس پر اثر پڑتا ہے اور اس میں بعض جسمانی نقائص بھی حسب درجات منتقل ہوجاتے ہیں ؛

Digitized by Khilafat Library

پس اسلام کی رُو سے ظاہری دُکھ سُکھ کا موجب انسان کو بام رفعت پر پہنچانا ہے۔ دُکھ سُکھ یا بطور ابتلا ہوتے ہیں یا بطور عذاب و سزا۔ جو دُکھ بطور ابتلا ہوتے ہیں وہ انسان کو اصل مقصد یعنی معرفتِ الٰہی کے حصول میں ممد ہوجاتے ہیں۔ ان کو دیکھ کر انسان اور بھی خدا کی طرف تقرب حاصل کرتا ہے۔ اور جو دُکھ محض عذاب کے طور پر ہوں۔ وہ انسان کو روحانی لذّت سے محروم کرتے جاتے ہیں۔ یاد رہے کہ اسلام کی رُو سے اعمال کی کامل سزا اور پورا بدلہ اس زندگی کے بعد دوسرے جہان میں ملتا ہے لیکن عارضی سزا یا عذاب اس لئے اس دنیا میں آتا ہے تا انسان اپنی بدی سے باز آکر پھر خدا تعالیٰ سے پیوند لگا لے۔ اور گناہوں کی کینچلی کو اُتار پھینکے۔ گویا یہ دُکھ ایک وارننگ ہے۔ اسی لئے جب انسان اس انذار سے فائدہ نہیں اُٹھاتا تو اس کے دل سے نور چھن جاتا ہے اور وہ لذّت روحانی سے بے نصیب ہوجاتا ہے تب وہ زمرۂ اناس سے نکل کر عام حیوانات کی طرح زندگی اختیار کرلیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ (بقرہ) یعنی اے مسلمانو! تم پر بھوک اور خوف کے اوقات آئینگے۔ تمہارے اموال اور جانیں ضائع ہونگی۔ اور پھل تلف ہونگے۔ لیکن جو لوگ اِن تمام دُکھوں اور تکالیف کو صبر سے برداشت کرینگے اور اِن کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع اور انابت اختیار کرینگے۔ وہ خدا تعالیٰ کی رحمتوں اور آسمانی برکات کے وارث ہونگے اور وہی کامیاب ہونگے ؛

پس اسلام کی رُو سے دُکھ سُکھ کا سبب گذشتہ زندگی کے اعمال نہیں بلکہ انسانی استعدادوں کو کمال تک پہنچانا اور انسان کی رُوحانی تکمیل کرنا اور اس کے لئے خدا شناسی کا ذریعہ مہیا کرنا ہے تا انسان ابدی راحت اور حقیقی آرام اور تعلق باللہ کا وارث ہو ؛

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

اسلامی تمدّن

راستے کے آداب

مسلمانوں نے اس زمانہ میں جہاں اپنی دیگر قومی اور مذہبی خصوصیات کو ترک کر دیا ہے وہاں وہ اپنی روزمرہ کی زندگی میں تمدّن کے اسلامی اصول کو بھی خیرباد کہہ چکے ہیں۔ اس کا نتیجہ اور اثر یہ ہوا ہے کہ مغربی تعلیم یافتہ نوجوان مسلمان جنہیں نہ اسلامی اصول کے مطالعہ کا کبھی موقعہ ملتا ہے اور نہ ان کے سامنے اسلامی تعلیم کا کوئی عملی نمونہ پیش ہوتا ہے یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام نے دنیا کے سامنے "خشک" روحانیت یعنی نماز روزہ وغیرہ احکام کے سوا اٹھنے بیٹھنے چلنے پھرنے رہنے سہنے اور کھانے پینے وغیرہ امور کے آداب کی کوئی تعلیم پیش نہیں کی ہے۔ حالانکہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے اپنے متبعین کو انسانی زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق مکمّل اور احسن تعلیم سکھائی ہے۔ تمدّن و معاشرت کے جو اصول اسلام نے بیان کئے ہیں وہ بے نظیر اور عالمگیر ہیں۔ آج دنیا تہذیب میں بہت ترقی یافتہ سمجھی جاتی ہے اور مغرب کو اپنی تہذیب پر ناز ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ مغربی تہذیب کے تمام خوشنما اور خوبصورت پہلو اسلام کے بیان کردہ نظامِ تمدّن کی خوشہ چینی اور اس کے رہینِ منت ہیں۔

اصولِ تمدّن بیان کرنے میں اسلامی تعلیم اسقدر ہمہ گیر اور مکمّل ہے کہ اس میں قضائے حاجت تک کے آداب بھی بالتفصیل سکھائے گئے ہیں۔ مُسلم شریف میں ایک روایت آئی ہے۔ حضرت سلمانؓ بیان فرماتے ہیں کہ مشرکین میں سے بعض نے ان سے تمسخرانہ لہجہ میں کہا کہ تمہارا نبی تو تم کو بیت الخلاء جانے کے احکام بھی سکھاتا ہے۔ حضرت سلمانؓ نے اسے جواب دیا کہ ہاں یہ درست ہے۔ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے دائیں ہاتھ سے استنجا کرنے نیز بیت اللہ کی طرف مُنہ کر کے قضائے حاجت کے لئے بیٹھنے سے منع فرمایا ہے اور صفائی کے لئے کم از کم تین ڈھیلے استعمال کرنے کا حکم دیا ہے۔

معترض کی غرض تو استہزاء کرنا تھی مگر اعتراض بیان کرنے میں اس نے نادانستہ طور پر اسلام کے کامل مذہب ہونے کا اقرار بھی کر لیا۔ حضرت سلمانؓ نے اسلامی تعلیم کی اس خوبی کو ایسے رنگ میں بیان کیا کہ وہ لاجواب ہو کر رہ گیا۔ نادان معترض کو یہ کیا خبر تھی کہ ایک عالمگیر مذہب کے لئے ضروری ہے کہ وہ تمدّنی

تعلیم کے کسی پہلو کو بھی اُدھورا اور تشنۂ تکمیل نہ چھوڑے۔

ہم انشاءاللہ وقتاً فوقتاً ان صفحات میں حسب گنجائش اسلامی تمدّن کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے رہیں گے۔ اس سے ہماری پہلی غرض یہ ہے کہ ہمارے وہ بھائی جو مغربی تہذیب پر فریفتہ ہیں ان کو اسلامی ضابطۂ تمدّن کا علم ہو تا مغربی تہذیب کا جو رُعب ان پر چھایا ہُوا ہے وہ دُور ہو اور وہ اسلامی تمدّن کی خوبیوں سے آگاہ ہوں اور دوسری غرض یہ ہے کہ عوام مسلمان اسلامی اصولِ تمدّن سے واقف ہو کر اسپر عمل پیرا ہوں۔ اور اپنی آیندہ نسلوں کیلئے تعلیم اسلام کا حقیقی نمونہ بنیں اور انکو اسلام سے بیگانہ ہونے سے بچائیں۔

اس سلسلہ کو ہم سب سے پہلے راستہ کے آداب سے شروع کرتے ہیں۔ اور اس بارہ میں اسلام کی تعلیم ہدیہ مناظرین کرتے ہیں:-

(۱) عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اتقوا اللاعنین قالوا وما اللاعنان یا رسول اللہ قال الذی یتخلی فی طریق الناس او فی ظلہم (احمد و مسلم و ابو داؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضؓ بیان کرتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو لعنت کرنیوالے کاموں سے بچو۔ صحابہ رضؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ کیا ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ جو شخص قضائے حاجت کیلئے بیٹھتا ہے لوگوں کے راستہ میں یا ان کے سایہ کی جگہ میں (تو لوگ اسپر لعنت کرتے ہیں)۔

(۲) عن معاذ ابن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتقوا الملاعن الثلاث البراز فی الموارد وقارعۃ الطریق والظل (ابو داؤد و ابن ماجہ)

حضرت معاذ بن جبل رضؓ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین ایسی باتوں سے بچو جن کے کرنیوالے پر لوگ لعنت کرتے ہیں قضائے حاجت کرنا لوگوں کے پانی پینے کی جگہوں میں اور راستہ میں اور سایہ میں۔

(۳) عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ایاکم والجلوس بالطرقات فقالوا یا رسول اللہ ما لنا من مجالسنا بد نتحدث فیہا قال فاذا ابیتم الا المجلس فاعطوا الطریق حقہ قالوا وما حق الطریق یا رسول اللہ قال حق الطریق غض البصر

حضرت ابو سعید خدری رضؓ بیان کرتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ رضؓ کو مخاطب کر کے) فرمایا کہ راستوں پر بیٹھنے سے بچو۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے لئے راستوں پر بیٹھنے کے بغیر چارہ نہیں ہم وہاں بیٹھکر آپسمیں باتیں کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر تمھیں بیٹھنا ہی ہے تو راستے کا حق ادا کیا کرو۔ صحابہ رضؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ راستے کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا (۱) اجنبی عورتوں کو دیکھنے سے

وَكَفُّ الْأَذٰى وَرَدُّ السَّلَامِ
وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيُ
عَنِ الْمُنْكَرِ (بخاری و مسلم)

(۴) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ
هٰذِهِ الْقِصَّةِ وَإِرْشَادُ
السَّبِيْلِ (ابوداؤد)

(۵) وَفِيْ رِوَايَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِيْ هٰذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ تُغِيْثُوا الْمَلْهُوْفِيْنَ
وَتَهْدُوا الضَّالَّ (ابوداؤد)

(۶) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا خَيْرَ
فِيْ جُلُوْسٍ فِي الطُّرُقَاتِ إِلَّا لِمَنْ
هَدَى السَّبِيْلَ وَرَدَّ التَّحِيَّةَ
وَغَضَّ الْبَصَرَ وَأَعَانَ عَلَى الْحَمُوْلَةِ
(مشکوٰۃ)

(۷) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْإِيْمَانُ بِضْعٌ
وَسِتُّوْنَ شُعْبَةً فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلٰهَ
إِلَّا اللّٰهُ وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذٰى
عَنِ الطَّرِيْقِ (بخاری و مسلم)

(۸) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا رَجُلٌ
يَمْشِيْ بِطَرِيْقٍ وَجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ

آنکھیں بند رکھنا۔ اور جو چیز راہگیروں کیلئے تکلیف کا موجب ہو اسے راستہ سے ہٹانا۔ اور سلام کا جواب دینا۔ اور نیکی کا حکم دینا اور بدی سے روکنا

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ مذکورہ بالا حدیث کے قصے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (اور باتوں کے علاوہ) یہ بھی فرمایا کہ (راستے کا حق یہ بھی ہے کہ بھولے بھٹکے کو) راستہ بتانا۔

اور اسی اوپر کے قصہ میں حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ راستہ کا حق یہ بھی ہے کہ تم مظلوموں کی فریاد رسی کرو اور جو راستہ بھول جائے اسے راستہ بتاؤ۔

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا راستوں میں بیٹھنے میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ مگر اس شخص کے لئے کچھ مضائقہ نہیں ہے جو بھولے ہوؤں کو راستہ بتائے اور سلام کا جواب دے اور اجنبی عورتوں کو دیکھنے سے آنکھیں بند رکھے اور سواری پر بوجھ لادنے میں مدد کرے۔

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کی ساٹھ اوپر کچھ شاخیں ہیں۔ سب سے افضل لا الٰہ الا اللہ کہنا ہے اور سب سے ادنیٰ راستہ میں سے راہگیروں کو آزار پہنچانے والی چیز کا ہٹا دینا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک موقعہ کا ذکر ہے کہ ایک آدمی ایک راستہ میں چلا جا رہا تھا کہ اس نے راستہ میں پڑی ہوئی ایک کانٹے دار

عَلَى الطَّرِيقِ فَأَخَّرَهُ فَشَكَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَهُ فَغَفَرَ لَهُ (بخاری و مسلم)

(۹) عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَيَّ أَعْمَالُ أُمَّتِي حَسَنُهَا وَسَيِّئُهَا فَوَجَدْتُ فِي مَحَاسِنِ أَعْمَالِهَا الْأَذٰى يُمَاطُ عَنِ الطَّرِيقِ وَوَجَدْتُ فِي مَسَاوِي أَعْمَالِهَا النُّخَامَةَ تَكُونُ فِي الْمَسْجِدِ لَا تُدْفَنُ (بخاری و مسلم)

ٹہنی دیکھی۔ اس نے اسے پرے کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے اس فعل کی اتنی قدر کی کہ اس کے گناہ معاف کر دیئے۔

حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمّت کے اعمال نیک و بد میرے سامنے پیش کئے گئے تو میں نے نیک اعمال کی فہرست میں اس تکلیف دہ چیز کو بھی دیکھا جو راستہ میں پڑی ہو اور اسے ہٹا دیا جائے اور بد اعمال کی فہرست میں وہ رینٹھ پایا جو مسجد میں تھوکا جاتا اور اس پر مٹی نہیں ڈالی جاتی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا ارشادات سے بآسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام نے ایسی چیزوں سے کس قدر سختی سے روکا ہے جن کے باعث عامۂ خلائق کو کسی صورت میں تکلیف اور ضرر پہنچے۔ اور مسلمانوں کو کتنا تاکیدی حکم دیا ہے کہ وہ راستہ کے متعلق اس ادب کو نہ صرف خود ملحوظ رکھیں بلکہ اگر راستہ میں کوئی چیز پبلک کے لئے ضرر رساں پڑی ہوئی پائیں تو اسے دُور کر کے جماعتی خدمت سر انجام دیں۔ ہمارے ملک میں راستہ کو پبلک کے لئے مستقل آزار کا ذریعہ بنانے میں کوئی حرج نہیں سمجھا جاتا بلکہ عام گذرگاہوں میں بلا تکلّف غلاظت پھینک دی جاتی ہے۔ راہ گیر بدبو کی وجہ سے ناک پر کپڑا رکھ کر چلتے ہیں اور غلاظت پھینکنے والوں پر لعنت بھیجتے اور انہیں بددعائیں دیتے ہیں۔ اس بدتمیزی کا مظاہرہ سب سے زیادہ بازاروں میں ہوتا ہے۔ چھوٹے اور بڑے شہروں میں دوکاندار بلا استثناء اپنی دوکانوں کا گند بازار میں ڈال دیتے ہیں۔ مثلاً اگر کسی کی دوکان میں چوہا مرے تو اسے بجائے آبادی سے دُور پھینک آنے کے، بازار میں اُٹھا کر پھینک دیا جاتا ہے جو لوگوں کے پاؤں تلے روندا جاتا ہے اور اس کے پیٹ کی غلاظت سے بازار گندا ہو جاتا ہے۔ خربوزوں اور آموں کے موسم میں لوگ انہیں کھا کر چھلکے اور گٹھلیاں بازاروں میں پھینک دیتے ہیں جس کی وجہ سے راہ گیر پھسلتے اور گرتے ہیں۔ بعض اوقات اس طرح موتیں بھی واقع ہو جاتی ہیں۔ لوہار اور ٹرنک ساز اپنی دوکانوں کے سامنے لوہے اور جستی چادروں کے چھوٹے چھوٹے تیز دھار ٹکڑے ڈال دیتے ہیں۔ غریب دیہاتی اور چھوٹے چھوٹے بچے ننگے پاؤں وہاں سے گذرتے ہیں تو وہ ٹکڑے ان کے پاؤں میں چُبھ جاتے ہیں۔ گوشت اور سبزی کی دوکانوں کے سامنے

غلاظت کے ڈھیر جمع رہتے ہیں جن پر مکھیاں بھنبھناتی رہتی ہیں۔ وہی مکھیاں اُڑ کر پھر ان چیزوں پر بیٹھتی ہیں جنہیں لوگ اپنے کھانے کے لئے خرید کرلے جاتے ہیں اور اس سے وبائی امراض پھیلتی ہیں۔

شہروں میں ایک اور مرض یہ ہے کہ بعض لوگ اپنے مکان کی دوسری منزل یا چھت پر ٹٹی بناتے ہیں جس کی نالی گلی میں پڑتی ہے۔ ٹٹی کا گندا پانی اس نالی میں سے اسقدر زور سے گلی میں گرتا ہے کہ بیچارے راہ گیر جو اپنے دھیان میں چلے جارہے ہوتے ہیں باوجود ہزار کوشش کرنیکے اس کی زد سے اپنے تئیں بچا نہیں سکتے۔ ٹٹی کے گندے پانی سے ان کے سارے کپڑے پلید ہوجاتے ہیں۔ اور وہ ٹٹی والے کو گالیاں دیتے ہوئے چلے جاتے ہیں ؛

یہ بڑی بڑی خرابیاں ہیں ان کے علاوہ بعض ایسی خرابیاں بھی ہیں جو بظاہر چھوٹی معلوم ہوتی ہیں اور ان کی طرف لوگوں کی بہت کم توجہ جاتی ہے مگر تکلیف دہ ہونے کے لحاظ سے وہ بھی کافی اہمیّت رکھتی ہیں۔ مثلاً کئی لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ بازار کے بیچ میں کھڑے ہوکر باتیں کرنا شروع کردیتے ہیں اور یہ خیال نہیں کرتے کہ دوسرے لوگوں کو چلنے میں دِقّت محسوس ہورہی ہے۔ بعض تو چھتریاں کھول کر گھنٹوں کھڑے باتیں کرتے رہتے ہیں۔ چھتریوں کی تیلیاں راہ گیروں کی آنکھوں میں لگتی ہیں مگر ان سے اتنا نہیں ہوسکتا کہ وہ اپنی چھتریاں ذرا اونچی کرلیں یا بند کرلیں۔ اسی طرح بعض لوگ بازار میں سے گذرتے ہوئے اِدھر اُدھر دوکانوں کی طرف دیکھتے جاتے ہیں اور اس بات کی خبر نہیں رکھتے کہ سامنے سے بھی کوئی آرہا ہے ایسی صورت میں ٹکر لگ جاتی ہے۔ پھر دونو ایک دوسرے کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنا شروع کردیتے ہیں مگر قصور ہر ایک کا ہوتا ہے اس لئے کوئی کسی کو الزام نہیں دے سکتا ؛

یہ بطور مشتے نمونہ از خروارے صرف چند باتیں ذکر کی ہیں جو قابل اصلاح ہیں۔ اسلام نے راستہ کے جو آداب بیان کئے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ شارع عام میں کوئی ایسی بات نہیں ہونی چاہئیے جو دوسروں کے لئے تکلیف کا موجب ہو۔ بلکہ ہر حالت میں دوسروں کی راحت رسانی خیر خواہی اور خوشنودی کا خیال رکھنا چاہئیے۔ جو لوگ بازاروں یا عام گذرگاہوں میں کاروبار یا کسی اور ضرورت سے بیٹھتے یا آتے جاتے ہیں ان کو چاہئیے کہ وہ ہمیشہ ان آداب کو ملحوظ خاطر رکھیں ؛

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم جلد دوم میں "راستہ کے ناپسندیدہ امور" حسب ذیل تحریر فرمائے ہیں :۔

Digitized by Khilafat Library

مکانوں کے سامنے راستہ میں ستون کھڑے کرنا۔ چبوترے بنانا۔ درخت لگانا۔ روشندانوں کے چھجے راستہ میں بڑھا کر لگانا۔ لکڑیوں کے گٹھے اور اناج وغیرہ کی بوریاں رکھنا یہ سب معیوب باتیں ہیں

اگر ان کی وجہ سے راستہ تنگ ہو جائے اور گذرنے والوں کو تکلیف ہوتی ہو۔ ہاں اسقدر لکڑیاں اور بوریاں وغیرہ راستہ میں رکھنے کا کوئی حرج نہیں ہے جو گھروں کو اٹھا کر لے جانی ہوں۔ کیونکہ اس کی سب کو ضرورت پڑتی ہے اور اس سے کسی کو روکا نہیں جا سکتا۔ اسی طرح راستوں میں چوپائے باندھنا بھی اچھا نہیں ہے۔ کیونکہ ایک تو راستہ تنگ ہوتا ہے دوسرے ان کے پیشاب وغیرہ سے راہ چلنے والوں کے کپڑے ناپاک ہو جاتے ہیں۔ البتہ اگر کوئی شخص سفر کر رہا ہو اور کسی جگہ سواری سے اُترے تو جتنی دیر وہ ٹھیرے اتنی دیر یعنی دوبارہ سوار ہونے تک عارضی طور پر سواری کو راستہ میں باندھ سکتا ہے۔ دراصل راستہ فائدہ اُٹھانے کے لحاظ سے مشترک ہے اور کسی ایک آدمی کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ سوائے خاص وقتی ضرورت کے اپنے لئے اسے مخصوص کر لے۔ یہ وقتی ضرورت بھی ایسی ضروریات میں سے ہوتی چاہیئے جن کے لئے راستے بنائے جاتے ہیں۔ دوسری کسی ضرورت کے لئے راستہ کو کسی حالت میں استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ یہ بھی ناپسندیدہ امر ہے کہ چوپاؤں پر کانٹے لاد کر انہیں عام گذرگاہوں میں سے لیجایا جائے اس سے لوگوں کے کپڑے پھٹتے ہیں۔ چوپاؤں پر اتنا بوجھ لادنا جو وہ اُٹھا نہ سکیں یہ بھی منع ہے۔ مالکوں کو اس سے روکنا چاہیئے۔ قصاب اگر اپنی دُکان کے سامنے راستہ میں جانور ذبح کرتا ہے تو یہ بھی درست نہیں ہے۔ اس سے راستہ خون سے خراب ہوتا ہے اور لوگوں کی طبائع میں ذبح شدہ جانور کی غلاظت سے گھن پیدا ہوتی ہے اور اس کی نجاست سے ان کے کپڑے گندے ہوتے ہیں نیز راستہ بھی تنگ ہوتا ہے۔ گوبر اور جھاڑو دیگر مکان کا گرد و غبار یا اور گندی چیزیں راستہ میں ڈالنا بھی اچھا نہیں ہے۔ اسقدر پانی بہانا اور چھڑکاؤ کرنا بُرا ہے جس سے راستہ میں پھسلن ہو جائے اور راہ گیروں کے گرنے کا خطرہ ہو۔ تنگ گلیوں میں پرنالوں سے پانی زور سے گرانا جس سے راہ چلنے والوں کے کپڑے خراب ہوں ناجائز ہے۔ بارشوں کا پانی چھوڑنا۔ کیچڑ اور برف راستوں میں ڈالنا بھی ناپسندیدہ ہے اگر جھاڑو دیکر راستہ صاف نہ کیا جائے۔ وہ پانی جو کسی کے پرنالے وغیرہ سے بہکر راستہ میں گرتا ہے پرنالے والے کا فرض ہے کہ راستہ کو اس پانی سے صاف کرے۔ اگر پانی بارش کا ہے تو رفاہ عام کا کام ہوگا اور حکّام پر لازم ہے کہ اس کی صفائی کا خیال رکھنے کا حکم دیں۔ افراد کا کام صرف یہ ہے کہ لوگوں کو وعظ و نصیحت سے صفائی کی طرف توجہ دلائیں۔ اگر کوئی شخص کاٹنے والے کُتّے کو اپنے گھر کے دروازے پر باندھتا ہے جس سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے تو اسے راستہ میں کُتّا نہ باندھنا چاہیئے۔ اگر کتّا بازو پھیلا کر بیٹھے اور راستہ تنگ ہو تب بھی کُتّے کو راستہ میں نہ باندھا جائے۔ اسی طرح اگر کسی کے راستہ میں بیٹھنے اور سونے سے راہ گیروں کو تکلیف ہوتی ہو تو اس سے بھی رُکنا چاہیئے۔ (مختصراً بالفاظہٖ)

چچا کی موجودگی میں بھتیجا اپنے دادا کے ترکہ کا حصہ دار ہوتا ہے یا نہیں؟

کچھ دن ہوئے حضرت سیّدی صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب ایم اے ناظر تعلیم و تربیت نے اخبار الفضل میں سلسلہ کے علماء اور مفتی صاحبان کو اس بارہ میں تحقیق کیلئے دعوت دی تھی کہ "اگر کوئی شخص اپنے باپ کی زندگی میں فوت ہو جائے اور اس کے دوسرے بھائی موجود ہوں تو کیا اس کے والد کی وفات پر اس کے بچّوں کو دادا کے ترکہ میں سے حصہ ملیگا؟" اور ساتھ ہی آپنے تحریر فرمایا تھا کہ "اس مسئلہ کی تحقیق کا صحیح طریق یہ ہے کہ مندرجہ ذیل عنوانوں کے ماتحت غور کیا جائے (۱) قرآن شریف سے اس مسئلہ کے متعلق کیا استدلال ہوتا ہے (۲) حدیث اس مسئلہ میں کیا کہتی ہے (۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفاء راشدینؓ کے زمانہ کا تعامل کیا ثابت کرتا ہے (۴) بعد کے ائمۂ اسلام نے اس مسئلہ کے متعلق کیا کیا رائے ظاہر کی ہے۔ (۵) آیا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام یا آپکے خلفاء کے کسی فتویٰ سے اس مسئلہ کے متعلق کوئی روشنی پڑتی ہے۔"

مَیں نہیں جانتا کہ اسوقت تک اس پر اس دعوت کے اصل مخاطب اصحاب میں سے کسی صاحب نے قلم اُٹھایا ہے یا نہیں۔ اسوقت مکرّمی مولوی علی محمد صاحب فاضل اجمیری ایڈیٹر رسالہ ریویو آف ریلیجنز اُردو نے مجھ سے اس رسالہ کیلئے کسی مضمون کا مطالبہ کرتے ہوئے اس سوال پر کچھ لکھنے کی بھی تحریک کی ہے۔ سو اگرچہ میرا مطالعہ خصوصاً اس مسئلہ کے متعلق بہت ہی محدود ہے اور مطلوبہ صورت میں اس سوال پر روشنی ڈالنا میرے مقدور سے باہر ہے تاہم ایک طرف حضرت ممدوح کے ایک گونہ ایماء کے ماتحت اور دوسری طرف برادرم موصوف کے پُرزور مطالبہ کی بنا پر ذیل میں اس بارہ میں اپنے یکطرفہ اور محدود خیالات کا اظہار کرتا ہوں۔ وما توفیقی الّا باللہ العلی العظیم۔

Digitized by Khilafat Library

یہ تو ظاہر ہے کہ قرآن کریم نے تصریح کے ساتھ اس مسئلہ کے متعلق اثباتاً یا نفیاً کچھ نہیں فرمایا۔ ورنہ اس سوال کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔ باقی رہا استنباط اور اجتہاد۔ سو اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ قرآن کریم کے الفاظ یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین۔ بلاواسطہ اور بالواسطہ تمام اولاد پر حاوی ہیں۔ اور ان میں جس طرح لڑکے داخل ہیں اسی طرح پوتے بھی داخل ہیں۔ البتہ ان میں قُرب اور بُعد کی رُو سے اور بلاواسطہ ہونے اور کمی وسائط اور کثرت وسائط کے لحاظ سے مراتب کا فرق ضرور ہے اور وراثت میں اللہ تعالیٰ نے قُرب اور بُعد اور بلاواسطہ اور باواسطہ ہونے کے فرق کو ملحوظ رکھنے کی بار بار ہدایت فرمائی ہے۔ پس جو اقرب ہے اس کا حق ابعد کی نسبت ضرور ہے کہ فائق ہو۔ ان دونو باتوں کو

یکجائی طور پر دیکھتے ہوئے مَیں سمجھتا ہوں کہ اس بارہ میں قرآن کریم کی تعلیم کا میلان اسی طرف ہے کہ بیٹے کی موجودگی میں پوتا وارث نہیں ہو سکتا۔ حدیث اور تعامل عہد نبوّت اور خلافت راشدہ پر ایسی محیط نظر کہ اسے ایک نقشہ کی صورت میں دماغ کے سامنے لا کر اور اس کے ایک ایک گوشہ پر نگاہ ڈالکر اس میں سے اس مسئلہ کے متعلق تسلّی بخش جواب پا سکوں مجھے میسّر نہیں۔ اور عام متداول کُتب حدیث و آثار سے اس بارہ میں مجھے جو کچھ ملا ہے وہ وہی ہے جو قرآن کریم سے مَیں سمجھا ہوں جیسے مَیں اوپر بیان کر چکا ہوں۔ اس بارہ میں جو واضح حدیث مجھے ملی ہے وہ یہ ہے کہ ایک دفعہ (غالباً عہد خلافت راشدہ میں) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کیا گیا کہ اگر کوئی شخص صرف ایک لڑکی ایک ایک پوتی اور ایک حقیقی بہن چھوڑ جائے تو اس کا ترکہ ان میں کس طرح سے تقسیم ہو گا۔ اس سوال کا انہوں نے اپنی سمجھ کے مطابق یہ جواب دیا کہ نصف لڑکی کو ملیگا اور نصف بہن کو۔ اور پوتی کو کچھ نہیں ملیگا۔ اور ساتھ ہی انہوں نے سائل سے کہا کہ اس بارہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی دریافت کر لو۔ جب حضرت ابن مسعودؓ کے سامنے یہ سوال اور اس کا مذکورہ بالا جواب آیا تو انہوں نے سخت شدّت کے ساتھ ... ... اسے غلط قرار دیا۔ اور کہا کہ یہی سوال ایک دفعہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کیا گیا تھا اور آپؐ نے اس کے جواب میں فرمایا تھا کہ لڑکی کو نصف۔ پوتی کو اس بنا پر کہ وہ بھی ایک لڑکی ہی ہے لڑکی کے حصہ سمیت کُل دو تہائی یعنی لڑکی کا حصہ نکال کر باقی $\frac{1}{6}$ حصہ۔ اور باقی تہائی حصہ بہن کو ملیگا۔ اس حدیث میں بھی صریح طور پر تو لڑکے اور پوتے کے متعلق سوال نہیں ہے۔ اور بادی النظر میں اس سے یہ بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ جس طرح لڑکی کی موجودگی میں پوتی بھی حصہ دار ہوتی ہے۔ اسی طرح لڑکے کی موجودگی میں پوتا بھی حصہ دار ہو گا۔ لیکن دو باتیں اس حدیث سے اس استدلال کے خلاف بھی مفہوم ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ پوتی کو $\frac{1}{6}$ دینے کی وجہ اس حدیث میں یہ بیان ہوئی ہے کہ وہ بھی غیر نرینہ اولاد میں شامل ہے۔ اس لئے غیر نرینہ اولاد کی کُل موجودہ تعداد ایک نہیں بلکہ دو شمار ہو گی۔ اور دو لڑکیوں کا حصہ $\frac{2}{3}$ ہوتا ہے اس لئے ان ہر دو لڑکیوں کا حصہ $\frac{2}{3}$ قرار دیکر اس میں سے سب سے پہلے لڑکی کو حصہ دیا جائے گا اور اسے حصہ دیتے وقت پوتی کو ملحوظ نہیں رکھا جائیگا اور اکیلی شمار کر کے اسے $\frac{1}{2}$ حصہ کی حقدار قرار دیا جائیگا۔ اور چونکہ ایک لڑکی کا حصہ زیادہ سے زیادہ $\frac{1}{2}$ ہی ہوتا ہے اس لئے اسے $\frac{1}{2}$ دے کر اور ہر دو کے مجموعی حصہ یعنی $\frac{2}{3}$ میں سے جو کچھ باقی ہو گا وہ پوتی کو ملیگا جو $\frac{1}{6}$ ہوتا ہے۔ جس سے دو باتیں صاف طور پر مفہوم ہوتی ہیں ایک یہ کہ اگر لڑکی ایک نہ ہوتی بلکہ دو لڑکیاں ہوتیں اور انکے

ساتھ ایک پوتی بھی ہوتی تو اسوقت بھی ان تینوں کا کل حصہ ۲/۳ ہی ہوتا۔ اور اسے ان میں تقسیم کرتے وقت دونو لڑکیوں کے حق کو مقدّم کیا جاتا۔ جیسا کہ ایک لڑکی کا حق مقدم کیا گیا اور اس کے سامنے پوتی کو ناقابل شمار قرار دیا گیا۔ اور چونکہ دو لڑکیوں کا حصہ ۲/۳ ہی ہوتا ہے اس لئے یہ کل کا کل حصہ ان دونو لڑکیوں کو مل جاتا اور پوتی کے حصہ میں کچھ بھی نہ آتا۔ پس جس طرح پوتی کو لڑکیوں کے مقابل پر کالعدم سمجھا جاتا ہے اسی طرح پوتے کو لڑکے کے مقابل پر کالعدم قرار دینا پڑیگا۔ اور چونکہ لڑکے کا حصہ ذوی الفرائض (یعنی محدود اور معین حصص والے وارثوں) کے حصص کو منہا کرنے کے بعد کل ترکہ پر بھی محیط ہو سکتا ہے اور اس کے لئے کوئی حد بندی نہیں ہوئی اس لئے دو لڑکیوں سے بھی بڑھکر ایک لڑکا پوتے کو بے بہرہ کر دینے کے لئے کافی ہوگا۔ غرض ایک بات تو اس حدیث سے یہ مفہوم ہوتی ہے کہ لڑکیوں کے مقابل پر پوتیوں کو کالعدم سمجھا جائیگا۔ پس اسی طرح لڑکے کے مقابل پر پوتے کو کالعدم سمجھنا ضروری ہوگا۔ اور دوسری بات اس سے یہ مفہوم ہوتی ہے کہ پوتی کو وہی حصہ ملیگا جو لڑکی کو دیگر اولاد کے حصہ میں سے باقی بچیگا۔ سو چونکہ لڑکے کو اس کا پورا حق دینے کے بعد جو غیر محدود ہوتا ہے اور باقی کچھ نہیں چھوڑتا پوتے کے لئے کچھ بچ ہی نہیں سکتا اس لئے اسے کچھ نہیں ملیگا۔

Digitized by Khilafat Library

اور اقوال ائمہ کرام کا جہاں تک مجھے علم ہوا ہے وہ بھی اسی امر پر متفق ہیں کہ بیٹے کی موجودگی میں پوتے کو کچھ نہیں مل سکتا۔ البتہ دو مثالیں اقوال ائمہ کرام میں مجھے ایسی نظر آتی ہیں جن سے بظاہر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ غیر محدود اور غیر معین حصہ پانے والے وارثوں یعنی عصبات میں سے بھی اقرب کی موجودگی میں ابعد کو حصہ مل جاتا ہے۔ جن میں سے ایک مثال یہ ہے کہ اگر کسی متوفّی کی اولاد کی پہلی پُشت میں صرف دو لڑکیاں ہوں یعنی لڑکا کوئی زندہ موجود نہ ہو۔ اور دوسری پُشت میں کچھ پوتیاں زندہ موجود ہوں اور لڑکا اس پُشت میں بھی کوئی زندہ موجود نہ ہو۔ اور تیسری پُشت میں لڑکا یعنی پرپوتا بھی ہو تو وہ پوتیاں بھی غیر محدود حصہ کی مستحق یعنی عصبہ قرار پائینگی اور پرپوتا بھی۔ اور اس مثال میں پوتیاں باوجود عصبہ اور اقرب ہونے کے پرپوتے کو بے بہرہ نہیں کروا سکینگی اور وہ بھی ان کے ساتھ عصبہ ہوگا۔ لیکن اس مثال پر دو اعتراض وارد ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ اگر پرپوتا نہ ہوتا پوتیاں اس مثال میں عصبہ بن ہی نہ سکتیں اور بالکل بے بہرہ رہتیں۔ پس اس مثال کا زیر بحث مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں۔ دوسرا یہ کہ اس مثال میں اقرب غیر نرینہ افراد یعنی پوتیاں ہیں اور ابعد نرینہ فرد یعنی پرپوتا ہے۔ اور یہ صورت زیر بحث ہی نہیں۔ زیر بحث تو

ایسی صورت ہے جس میں اقرب مردہ ہو اور باوجود اس کے ابعد کو حق وراثت دیا گیا ہو ؛

دوسری مثال اقوال ائمہ میں جو مجھے ملی ہے اس کے ذکر سے قبل تمہیداً یہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ قرآن کریم نے وارثوں کی پانچ قسمیں بیان فرمائی ہیں - اولاد - والدین - زوجین - کلالہ رحمی یعنی مادری بھائی اور بہنیں - اور کلالہ صلبی یعنی حقیقی یا پدری بھائی اور بہنیں - انہیں سے والدہ کا - زوجین کا اور کلالہ رحمی کا حصہ ہمیشہ محدود اور معین ہوتا ہے جسے اصطلاحاً فرض یا فریضہ کہتے ہیں اور معین اور محدود حصہ پانے والے وارثوں کو ذوی الفروض یا اصحاب الفرائض کہتے ہیں - اور اولاد نرینہ کی موجودگی میں باپ بھی ذو الفرض ہوتا ہے - اور صرف نرینہ اولاد اور ان کی بہنیں عصبات یعنی غیر محدود حصہ پانے والے وارث ہوتے ہیں - اور نرینہ اولاد کی غیر موجودگی میں جبکہ غیر نرینہ اولاد موجود ہو باپ کا معین حصہ بھی قائم رہتا ہے اور اسے نرینہ اولاد کے قائم مقام کے طور پر عصوبت کا حق بھی حاصل ہوتا ہے - اور جب نہ نرینہ اولاد ہو نہ غیر نرینہ تو اس صورت میں باپ اولاد کی بجائے عصبہ ہوتا ہے - اور اگر باپ بھی موجود نہ ہو اور دادا یا پردادا بھی کوئی زندہ نہ ہو تو دادا کی بجائے عصوبت کا حق میت کے حقیقی یا پدری بھائیوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے - لیکن جب اولاد نرینہ موجود بھی نہ ہو اور باپ بھی مر چکا ہو اور میت کا دادا موجود ہو اور اس کے بھائی بھی موجود ہوں تو اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حق عصوبت دادا کو حاصل ہوگا یا بھائیوں کو - اور اکثر ائمہ کا قول یہ ہے کہ اگر دادا کو باپ کا اصلی حصہ یعنی فرض معین دلانے کی صورت میں زیادہ حصہ ملتا ہو تو اسے فرض معین دیا جائیگا اور عصوبت کا حق بھائیوں یا ان کی اولاد کی طرف منتقل ہو جائیگا ورنہ دادا کو بھائیوں یا بھتیجوں کے ساتھ حق عصوبت میں شریک اور حصہ دار قرار دیدیا جائیگا اور اسے ایک بھائی یا ایک بھتیجے کے برابر حصہ ملیگا - اس تمہید کے بعد اب غور کرنے سے واضح ہوگا کہ جب دادا اور بھتیجے ایک ہی حیثیت میں برابر حصے لے رہے ہونگے اور حق عصوبت میں سب شریک ہونگے تو ان میں اقرب اور ابعد کا فرق بھی موجود ہوگا اور باوجود اس فرق کے سب وارث ہوں گے - اور قرب اور دوری کا فرق ان میں اس طور پر پایا جاتا ہوگا کہ دادا میت کے ساتھ صرف ایک واسطہ سے یعنی باپ کے واسطہ سے تعلق رکھتا ہے اور بھتیجے دو واسطوں سے یعنی باپ کے واسطہ سے اور بھائیوں کے واسطہ سے میت کی طرف منسوب ہوں گے - پس قرب اور بعد کے فرق کے باوجود دور والے کا بے بہرہ رہنا ضروری نہیں - لیکن یہ مثال بھی

اعتراض سے خالی نہیں۔ کیونکہ اس جگہ سوال یہ نہیں کہ اقرب کون ہے اور ابعد کون۔ بلکہ سوال یہ ہے کہ حق عصوبت کس کو حاصل ہے اور کس کو حاصل نہیں۔ اور جب اس مسئلہ کی بنیاد اس بات پر ہے کہ دادا اور بھائیوں یا بھتیجوں میں سے حق عصوبت میں اولاد کا اصل قائم مقام دادا نہیں بلکہ بھتیجے ہیں تو اس صورت میں حق عصوبت حقیقت میں بھتیجوں کو ہی دیا گیا ہے اور دادا کو جو کچھ ملا ہے وہ خالصاً حق عصوبت نہیں بلکہ اس میں کچھ حق فرض معین ہے اور کچھ حصہ محض طفیلی طور پر اسے دیا جاتا ہے جس میں وہ بھائیوں اور بھتیجوں کا تابع ہوتا ہے۔ پس اس مثال میں عصوبت کے اصل حقدار بھائی اور بھتیجے شمار ہوں گے اور دادا کی حیثیت در اصل تابع کی ہوگی اور تابع ہو کر حصہ پانا امر دیگر ہے اور اقرب ہو کر حصہ پانا امر دیگر۔ اور حقیقت میں یہ مثال بھی اوپر کی مثال کی طرح ہی ہے جس میں اقرب وارث ابعد وارث کے طفیل حصہ پا رہا ہو۔ پس یہ مثال بھی چنداں مؤثر نہیں ہو سکتی ؛

اور حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا اس بارہ میں جو ارشاد مجھے یاد ہے وہ بھی یہی ہے کہ لڑکے کی موجودگی میں پوتا وارث نہیں ہوتا۔ اور اس جگہ یہ بات بھی پیش نظر رکھنی ضروری ہے کہ بیٹے کی موجودگی میں پوتے کو بھی وارث شمار کرنا بظاہر تمام مسائل وراثت کے بنیادی اصول کے خلاف ہے اور اس کے نتیجہ میں نہ صرف متفق علیہ اقوال ائمہ کرام کو ردّ کرنا پڑتا ہے بلکہ اس کے باعث علی العموم مسائل وراثت کا نقشہ ہی بدل جاتا ہے ؛

(واللہ اعلم بالصواب)

Digitized by Khilafat Library

بعض سوالات اور اُن کے جواب

ایک دوست نے اپنے خط میں بعض سوالات پوچھے ہیں۔ چونکہ وہ دوست تعلیم یافتہ ہیں اس لئے میں مختصراً ان کے سوالوں کا جواب لکھتا ہوں وہ خود انہیں تفصیلی بنالیں اور اپنے علم کا ان پر صیقل کرلیں:۔

Digitized by Khilafat Library

سوال (۱) قرآن میں کوئی ربط نہیں ہے۔

جواب:۔ قرآن میں اوّل سے آخر تک ربط ہے۔ مضامین اور اعتراضات کے جوابات اور مباحثے اور تعلیمیں اور مسائل وغیرہ مسلسل اور برابر چلے جاتے ہیں۔ ہاں کسی کسی جگہ جو بطور شاذ کے ہے ربط سمجھ میں نہیں آتا۔ سو مہربانی فرماکر آپ ایسی آیات لکھیں تو ان پر غور کیا جاسکتا ہے۔ کیا سورہ یوسف میں حضرت یوسفؑ کا قصّہ مسلسل نہیں ہے؟ یا اخلاقی تعلیمیں مختلف رکوعوں میں (مثلاً بنی اسرائیل) مسلسل نہیں ہیں؟ کیا سورہ مؤمنون کے پہلے رکوع کی تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے براہین احمدیہ حصّہ پنجم میں اس طرح نہیں کی کہ اس سے آیات و معانی کا ربط نہایت اعلیٰ درجہ کا معلوم ہوتا ہو؟ پس معترض اُن آیات کو پیش کریں جہاں ان کو اعتراض ہے۔ ورنہ ۹۹ فیصدی آیات تو بظاہر سلسلۂ ربط میں ہیں۔

سوال (۲) اللہ تعالیٰ نے اہل قریش کو زیادہ تر مخاطب کیا ہے حالانکہ قرآن کی تعلیم عالمگیر کہی جاتی ہے۔

جواب:۔ قرآن میں تو مؤمنوں، کافروں، مشرکوں اور اہل کتاب سے اکثر خطابات ہیں۔ اور سارے جہان میں یہی قومیں آباد ہیں۔ کہیں کہیں بطور شاذ اہل عرب بھی مخاطب ہیں اور وہ چونکہ مخاطب اوّل تھے اس لئے وہ بھی خطاب کے اہل تھے۔ کیا اس میں یہ لکھا ہوتا کہ اے ہندوستان کے آریو! یا اے چینیو! تم یہ کام کرو۔ یہ کام نہ کرو۔ اگر ایسا ہوتا تو قرآن عالمگیر نہ ہوتا۔ عالمگیر کتاب یا تو اس قوم کو مخاطب کرتی ہے جو سامنے موجود ہو یا مجملاً یَآاَیُّھَا النَّاسُ اور یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اور یَآاَھْلَ الْکِتَابِ وغیرہ خطابات استعمال کرتی ہے۔ اور ان خطابات میں دنیا کے سب انسان داخل ہیں۔ خواہ پہلے ہوں یا پچھلے۔

سوال (۳) اگرچہ سورہ فاتحہ کے کلمات دُعائیہ ہونے کی وجہ سے ان کا پڑھا جانا عبادت ہے۔ لیکن

الحمد کے بعد ایسی سورتیں پڑھی جاتی ہیں جن میں کہیں تقسیم وراثت کا ذکر ہے کہیں طلاق و نکاح کا اور کہیں ایسے قصوں کا جن کو نفس عبادت سے کوئی سروکار نہیں۔

جواب:۔ سچا عبد بننے کے لئے صرف دعا ہی کافی نہیں بلکہ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ اٰيَاتِهٖ (۱) وَيُزَكِّيْهِمْ (۲) وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ (۳) وَالْحِكْمَةَ (۴) یہ چاروں باتیں ضروری ہیں۔ پس دعا بھی ضروری ہے اور خدا کے کلام کی تمام آیات پڑھتے رہنا بھی عبادت ہے اور تزکیہ نفس یعنی اخلاق کو درست کرنا بھی عبادت ہے اور شریعت کا علم حاصل کرنا اور پھر ان سے عقلی استنباط کرنا جسے حکمت کہتے ہیں یہ بھی عبادت ہے۔

نیز یاد رہے کہ عبادت کے معنے ہیں خدا کا بندہ اور فرمانبردار بن جانا۔ پس اگر خدا کے قوانین کا ہی علم نہ ہوگا تو آدمی عبد کس طرح بنے گا۔ اس لئے صرف دعا ہی نہیں بلکہ وراثت کے مسئلے وغیرہ بھی ہر وقت ذہن میں مستحضر رہنے چاہئیں۔ ورنہ پھر ہم بھی عام مسلمانوں کی طرح غیر قوموں کے مسائل وراثت پر چلنے لگیں گے اور بندگی سے باہر ہو جائیں گے۔

اسی طرح یاد رہے کہ قرآن خواہ کیسے ہی مسائل بیان کرتا ہو مثلاً نکاح کے طلاق کے، کھانے پینے کے لیکن ان مسائل کے درمیان صفات الٰہی اور نیکی اور تقویٰ کی تاکید کو نہیں چھوڑتا۔ مثلاً سورہ طلاق میں ایک نمونہ یہ ہے: فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝ اس میں نہ صرف طلاق کے متعلق ہدایات ہیں بلکہ "معروف" کی تاکید اور "شہادت" کی ضرورت شاہدوں کے لئے صاحب عدل ہونا اور خدا کی رضا کی خاطر ہمیشہ صحیح شہادت کا قیام۔ اور اللہ اور آخرۃ پر ایمان اور تقویٰ کی تاکید اور اس کے فوائد۔ اللہ تعالیٰ کی چار عظیم الشان صفات کا ذکر موجود ہے۔

یہ بات صرف یہیں نہیں بلکہ سارا قرآن اسی طرح چلتا ہے۔ کہ ایک معمولی مسئلہ کے ضمن میں بیسیوں اصول اور فروع ایمان اعمال اور اخلاق کے بیان کرتا جاتا ہے۔ پس کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ اس کا پڑھنا عبادت میں داخل نہیں۔ آپ کوئی ایک رکوع ہی قرآن کا پیش کریں جس میں محض فقہی مسائل کے سوا اللہ تعالیٰ کا ثبوت اور اس کی صفات اور نیک اعمال و اخلاق کا ذکر نہ ہو۔

سوال (۴) قرآن میں یہود کو مغضوب علیہم اور عیسائیوں کو ضالین قرار دیا گیا ہے لیکن آج دنیا میں یہ قومیں باعتبار تمدن تعلیم اور دولت کے ایسی اعلیٰ حیثیت رکھتی ہیں جو مسلمانوں کو بھی نصیب نہیں۔ غضب وضلالت کے آثار ان کے دنیوی حالات میں کیوں نمایاں نہیں؟

جواب:- یہود بیشک مغضوب علیہم ہیں یعنی ان پر خدا اور دنیا کے لوگوں کا غضب ہے۔ خدا کا اس لئے کہ ان کو نبوت اور حکومت ملی تھی وہ ایسی چھینی کہ ایک چپہ زمین کے مالک نہیں۔ اور روحانیت مفقود اور سلسلہ انبیاء کا بند۔ اور حضرت داؤدؑ کے وقت سے آج تک ہر زمانہ میں مختلف قومیں ان کو اپنے ہاں سے کان پکڑ کر ملک بدر کرتی رہی ہیں۔ ابھی ہٹلر کے حکم سے مرکزی یورپ سے ان کا بُری طرح اخراج جاری ہے۔ اور دنیا میں کہیں ان کو امن نصیب نہیں۔ حتّٰی کہ فلسطین میں بھی ان کے گلے کاٹے جا رہے ہیں۔ ہاں دولت ہے مگر خدا تعالیٰ نے صرف دولت کو قارون والا انعام تسلیم کیا ہے انبیاءؑ کا انعام حکومت اور نبوت ہوتا ہے اسیطرح عیسائی ضالین ہیں اور اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُھُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا کی ضلالت کے بموجب یہ درست ہے کہ وہ خدا کو ترک کر بیٹھے اور دنیا میں سرگردان ہیں اور دنیا میں انہوں نے بہت ترقی کی ہے مگر باوجود اس عقل و ترقی کے ایک ایسے انسان کو خدا مانتے ہیں جو اگر اسوقت دنیا میں پھر واپس آ جائے تو اُسے اپنے کسی دفتر میں ایک کلرک کا عہدہ بھی نہ دیں۔ رہا یہ کہ مسلمان بھی تو ایسے ہی ہیں سو یہ درست ہے آجکل کے مسلمان بموجب پیشگوئی حضرت خاتم الانبیاء یا مغضوب علیہم ہیں یا ضالین۔ اس لئے ان کو پیش کرنا کہ یہ قوم ہدایت یافتہ ہے بالکل غلط ہے۔ یہ بھی ویسے ہی ہیں جیسے دوسرے مغضوب علیہم اور ضالین۔ اور یہ کہنا کہ پھر دنیوی طور پر عیسائی کیوں خراب حال نہیں ہیں غلط ہے۔ ضال تو کہتے ہی اُسے ہیں جو خدا کے راستہ سے برگشتہ ہو کر دنیا کی طرف لگ جائے اور جتنا جتنا کوئی دنیا میں منہمک ہوگا اتنا اتنا وہ خدا سے دُور ہوگا۔ پس دُنیا کمانا اور دنیا کا ہی ہو رہنا خود ضلالت ہے کیونکہ خدا نے انسان کو دنیا میں اپنی معرفت اور اپنی شناخت اور آخرۃ کی تیاری کے لئے بھیجا ہے۔ اب اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا جو بہت سی دولت تو جمع کر لے مگر خدا اور آخرۃ اور معرفت الٰہی سے بکلّی بے بہرہ اور بے نصیب رہ جائے۔ اور جب اصلی زندگی شروع ہو تو صفر الیدین پایا جائے اور ضلالت کے آثار دنیا میں ہی اس طرح ظاہر ہیں کہ دین کی آنکھ اور بینائی اور خداشناسی کی عقل سے کورے ہونے کا ان کو خود اعتراف ہے اور ذاتِ باری اور صفات الٰہیہ سے کھلم کھلا منکر ہیں ؎

سوال (۵) حضرت بی بی حوّا کے حضرت آدمؑ کی پسلی سے پیدا ہونے کی کیا اصلیت ہے؟ اور پیدائش انسانی کے مقررہ قانون کے یہ خلاف ہے یا نہیں؟

جواب:۔ پسلی کا ذکر قرآن میں نہیں ہے صرف یہ ہے خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا یعنی اسی میں سے اس کا جوڑا بھی پیدا کیا۔ جیسے کہ آج کل بھی ہوتا ہے۔ باقی یہ بھی صحیح ہے کہ ابتدائے آفرینش میں جس طرح مخلوق پیدا ہوئی اب اس طرح پیدا نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ کسی چیز کا بدءِ التخلق اور پھر بطور نسل کے آئندہ مسلسل پیدا ہوتے رہنا دونو میں بہرحال مختلف رنگ ہوگا۔ سب سے پہلی مخلوق محض عدم سے پیدا کی گئی ہوگی اور اس کے مدارج الگ طرح ہونگے اور بعد کی مخلوق نئے قانونوں کے ماتحت ہوگی۔ پہلا جاندار بغیر ماں باپ کے ہی پیدا ہونا چاہیئے۔ جب کچھ جاندار موجود ہو گئے تو پھر ماں باپ سے ولادت کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ دونو قانون خدا ہی کے ہیں۔ اور آپس میں مخالفت نہیں ہیں۔ مختلف زمانوں میں مختلف قوانین چلتے ہیں۔ مگر بہرحال پسلی سے مراد۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔ پسلی نہیں بلکہ اپنی نسل اور اپنا خاندان مراد ہے جیسے آجکل بھی اپنے عزیز کو اپنی ہڈی اور اپنا خون کہتے ہیں۔

سوال (۶) حضرت عیسیٰ کا گہوارہ میں کلام کرنا خلاف فطرت انسانی ہے۔ اگر انہوں نے ایسی عمر میں کلام کیا جس میں عام طور پر بچے بولتے ہیں تو پھر یہ بات بطور خرق عادت کیوں پیش کی گئی اور اس میں حضرت عیسیٰ کی کیا خصوصیّت؟

Digitized by Khilafat Library

جواب:۔ حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ حضرت یحییٰؑ بھی اس خصوصیت میں داخل ہیں جن کی بابت کہا گیا کہ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا۔ مسیح علیہ السّلام نے غالباً یہ کلام اسوقت کیا جب وہ نبی ہو کر مبعوث ہوئے۔ ہمارے حضرت خلیفۃ المسیحؑ کو بھی خلافت کے وقت اہل پیغام بچہ ہی کہتے تھے۔ اسی طرح یہودی مولوی کہتے تھے كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا۔ یہ بات نہ تھی کہ وہ ۶ مہینے کے شیر خوار تھے جب کلام کیا بلکہ خارق عادت یہ بات تھی کہ ان کی عمر زمرۂ انبیاء کی مسنونہ عمر سے بہت کم تھی جب وہؑ اور یحییٰؑ نبی بنائے گئے اور تبلیغ میں مصروف ہو گئے۔ عام طور پر قرآن مجید کی رُو سے چالیسؔ سال نبوّت کے لئے عمر قرار دی گئی ہے۔ اب جب ان دونو بھائیوں کو تیسؔ تیسؔ سال کی عمر میں نبی بنا دیا گیا تو ان کی بابت یہ کہنا جائز ہو گیا کہ دوسرے انبیاءؑ کے برخلاف ابھی بچے یا نوعمر ہی تھے کہ نبی بنا دیئے گئے۔

سوال (۷) حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا قُمْ بِاِذْنِي کہکر مُردوں کو جِلانے کی کیا حقیقت ہے۔

اگر رُوحانیت کی رُوح پھونکنا مراد ہے تو یہ کام تو کُل انبیاءؑ کرتے ہیں حضرت عیسےٰ علیہ السّلام کی کیا خصوصیت؟

جواب :۔ قُمْ بِاِذْنِیْ نہیں کہتے تھے۔ بلکہ بِاِذْنِ اللّٰہِ توجہ کرتے تھے۔ اِذْ تُحْیِی الْمَوْتٰی باذن اللّٰہ سے اللہ کا اذن ثابت ہے نہ کہ مسیحؑ کا اذن۔ مُردہ قوموں میں رُوحانیت پھونکنا واقعی سب انبیاءؑ کرتے رہے ہیں۔ مسیحؑ کی خصوصیت کوئی نہ تھی۔ ہر نبی کا کام ہی یہی ہوتا ہے لیکن یہاں تو اس عمل الترب یا توجہ رُوحانی اور مسمریزم کا ذکر ہے جس سے امراض سلب کئے جاتے ہیں اور مسیحؑ میں یہ خصوصیت طبِ رُوحانی کی دوسرے انبیاءؑ کی نسبت زبردست تھی اس لئے بعض بڑے بڑے خطرناک قریب المرگ بیمار صرف ان کی توجہ سے شفا پا گئے جیسے ہمارے مسیح موعودؑ کی دُعا سے یقینی طور پر مَر جانے والے مریض شفا پا گئے مثلاً عبدالکریم سگ گزیدہ۔ اس عمل الترب کے متعلق مزید ازالۂ اوہام میں پڑھیں۔ موتیٰ کے معنے وہ لوگ نہیں ہیں جو مَر چکے بلکہ قریب المرگ بیمار جسے اچھا ہوتے دیکھ کر لوگ بول اُٹھیں کہ واقعی مردہ زندہ ہو گیا۔ ورنہ جن کا دم نکل جائے وہ پھر زندہ نہیں ہو سکتے ؎

Digitized by Khilafat Library

سوال (۸) قرآنی شریعت کی رُو سے فوٹو کھچوانا جائز ہے یا ناجائز؟ اگر ناجائز ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے یا آپؑ کے خلفاء نے کیوں فوٹو کھنچوایا۔ اگر جائز ہے تو کیوں اس کی ممانعت کی جاتی ہے؟

جواب :۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ فوٹو دین کی مدد کے لئے کھچوانا یا تبلیغ کے لئے اس سے فائدہ اُٹھانا نہ صرف جائز بلکہ ثواب اور ضروری امر ہے لیکن تجارت اور مکان کی زیب و زینت کے لئے کھچوانا مستحسن نہیں اور کسی بزرگ کی تصویر کو اس طرح رکھنا کہ دیکھنے والوں سے کوئی مشرکانہ حرکت سرزد ہو یہ بالکل حرام اور ناجائز ہے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اور ان کے خلفاء نے ضرورتوں کے ماتحت اپنے فوٹو کھچوائے۔ لیکن بعد میں جو اُن کو ہر گھر میں رکھنا ضروری سمجھا گیا اور بے ضرورت ان تصویروں کے رکھنے کا خطرہ رُونما ہو گیا تو اسے منع کر دیا گیا۔ لیکن کسی فائدہ کے لئے اب بھی تصویر چھاپنا جائز ہے۔ یہ فعل ان افعال میں سے ہے جس کا زمانہ اور ضرورت کے مطابق نیّت سے تعلّق ہے۔ بُت پرستی اور اصنام پرستی کے زمانہ میں ایسی چیزوں کی سخت ممانعت تھی کہ لوگ شرک میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ اب اس شاخ نے بہت سے اور مفید پہلو اختیار کر لئے ہیں اس لئے

ضرورت کے مطابق اسے استعمال کر لینا جائز ہے۔

آپ کا بچہ دستر خوان پر کوئی کھانا حد سے زیادہ کھاتا چلا جائے تو کیا باوجود جائز ہونیکے آپ اسے یہ نہیں کہا کرتے کہ بس کرو ورنہ زیادتی سے تمہارے پیٹ میں درد ہو جائیگا پس یہی حال اسوقت ان تصاویر کا ہو گیا تھا۔ جب لوگوں نے نامناسب کثرت کرنی شروع کی تو حضرت صاحب نے ممانعت کر دی جب ان کی کمی ہو جائیگی تو پھر جاری ہو جائیں گی۔ ہاں وہ شخص جو ان تصاویر کے ساتھ کوئی مشرکانہ حرکت کرتا ہے اس کے لئے تو ان کا رکھنا بھی حرام ہے۔

نیز۔ یاد رکھیں کہ بزرگوں کی تصویریں پیسے پیسے بیچتے پھرنا خود ایک امر مکروہ اور خلاف ادب ہے۔ پس نیت اور حالات کو دیکھ لیں۔ ہر جائز چیز بھی ایک حد بندی کو چاہتی ہے۔ پس موجودہ ممانعت حد بندی کیلئے ہے نہ کہ حرمت کی وجہ سے۔

سوال (۹) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ید بیضا اور عصا سے اژدہا پیدا ہونے کی کیا حقیقت ہے؟

جواب:۔ اس کا ذکر انشاء اللہ پھر کبھی کسی مضمون میں آئیگا۔ اس کا انتظار فرمائیں۔ فی الحال مختصراً یہ یاد رکھیں کہ وہ سحر کے عروج کا زمانہ تھا یعنی علم توجہ اور علم مسمریزم کا۔ اور اسے مذہب کی جان اور حقیقی روحانی قوت سمجھا جاتا تھا اس لئے موسیٰ علیہ السلام کو بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی خدا کی طرف سے اُس زمانہ کے مطابق ہی معجزہ دیا گیا تھا۔ انبیاء عامل اور توجہ کی مشق کرنیوالے نہیں ہوتے ان کو وہی چیز موہبت کے طور پر عطا ہوتی ہے جو دوسروں کو اکتساب سے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت بلاغت موہبت سے تھی اور عرب کے لوگوں کی اکتسابی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عربی لیاقت اور معارف کلام الٰہی موہبت سے تھے اور دیگر لوگوں کے اکتسابی۔ جب ان لوگوں نے اپنی لاٹھیوں پر توجہ کی تو وہ بھی ہلنے لگیں اور جب موسیٰؑ نے بحکم الٰہی اپنی لاٹھی پھینکی تو وہ نہ صرف ہلنے لگی بلکہ دوسروں کی توجہ بھی ساتھ ہی اسوقت باطل ہو گئی۔ یہ عصا میں حرکت ساحروں کی جو تھی یہ اُس Mass mesmerism کا نتیجہ تھا جو انہوں نے دربار میں کیا۔ موسیٰؑ نے جب خدا کے حکم سے اس کو رد کیا تو اسوقت خدا کی اپنی توجہ اُن لوگوں پر تھی جس توجہ کے اثر سے انکی توجہات باطل ہو گئیں اور موسیٰؑ کا رعب اُن پر غالب آ گیا۔

جب ساحر توجہ سے دوسرے کو کوئی چیز غیر معمولی دکھاتا ہے تو اسے نظر بندی کہتے ہیں مثلاً رسی کو سانپ سمجھنا۔ جب خدا ایسی نظارہ دکھاتا ہے تو اسے کشف کہتے ہیں۔

اور یہ ضروری نہیں کہ کشف میں وہ چیز اپنی ماہیت چھوڑ دے۔ سونٹا تو سونٹا ہی رہا۔ نہ وہ ہلا نہ سانپ بنا صرف ان کو ایسا نظر آیا۔ فرق یہ تھا کہ ساحروں نے ایک چیز توجہ سے دکھائی۔ خدا تعالیٰ نے اسی طرح وہی چیز ان کو کشف (یعنی توجہ الٰہی) سے دکھائی اور ساتھ ہی ان کی اپنی توجہ باطل کردی اور رُعب ڈالدیا۔ اور ایمان کی طرف نیکدل لوگوں کو مائل کردیا۔ اور مخالفین کو شکست دیدی۔ اسی کا نام معجزہ ہے*

مجھے یاد ہے کہ ایک مسمرائزر نے فوج کے چند گوروں پر توجہ ڈالی۔ پھر ایک کو کہا کہ تو بلّی بن جا، دوسرے کو کہا کہ تو کُتّا بن جا، تیسرے کو کہا کہ تو مچھلی بن جا۔ چنانچہ وہیں مجلس میں ایک میاؤں میاؤں کرنے لگا دوسرا بھونکنے لگا اور تیسرا زمین پر مصنوعی طور پر تیرنے لگ گیا۔ اُمّتِ محمدیہ کو جو معجزات دئے گئے ہیں وہ ان وقتی معجزات سے بہت اعلیٰ ہیں۔ نیز ان میں کوئی شک وشبہ اور چالاکی کا دخل نہیں۔ یہ معجزات پیشگوئیوں، قبولیّتِ دعا، قوّتِ قدسی، اور نُصرتِ الٰہی پر مشتمل ہیں۔ اور ان سے علم۔ روحانیت اور اخلاق میں ترقی ہوتی ہے۔ اور بنی نوع انسان کی عقل اور ضمیر میں نور پیدا ہوتا ہے*

بشنوئی فرقہ

چند صدیوں سے ہندوؤں میں ایک مذہبی فرقہ پیدا ہُوا ہے۔ جس کا نام بشنوئی ہے اور وجہ تسمیہ اس کی یہ ہے کہ اس فرقہ کے بیس[۲۰] اور نو[۹] یعنی انتیس[۲۹] اصول ہیں اس وجہ سے اسے بست ونوئی یا تخفیف کرکے بسنوئی یا بشنوئی کہتے ہیں۔ مجھے ان لوگوں سے ملنے کا اتفاق اس زمانہ میں ہُوا جب مَیں سرسہ ضلع حصار میں متعین تھا۔ یہ لوگ ہندو ہیں۔ پیشہ زمینداری کا کرتے ہیں اور قدوقامت میں نمایاں طور پر وجیہہ لمبے چوڑے اور بہت مضبوط ہوتے ہیں۔ بہت کم مَیں نے ایسے دیکھے ہیں جن کا قد ۶ فٹ سے کم ہو۔ ان کے ۲۹ اصولوں سے ایک یہ بھی ہے کہ جو بشنوئی ابوہر سے شمال کی طرف چلا جائے وہ مذہب سے خارج ہو جاتا ہے۔ اس وجہ سے یہ لوگ ابوہر سے شمالی جانب نہیں پائے جاتے اور جنوب میں بیکانیر کی ریاست تک ان کی حدود ہے۔ کچھ اوپر چار سو سال ہوئے کہ اس فرقہ کا وجود دُنیا میں نہ تھا اسوقت ریاست

بیکانیر کے ایک گاؤں موگم میں ایک شخص جاماجی پیدا ہوُا۔ یہ راجپوت خاندان کا تھا۔ اس کے ہاں اپنی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ گائیں چرایا کرتا تھا۔ اور ایک ریت کے ٹیلے پر بیٹھا رہتا تھا۔ ایک دفعہ سخت کال پڑا۔ فاقہ کش خانہ بدوش اس ٹیلہ کے پاس سے گذرے تو جاماجی نے ان سے کہا کہ ہم اوتار ہیں اگر تم ہمارے چیلے بن جاؤ تو موٹھ باجرا ہم اسی جگہ تمہارے کھانے کو دیدینگے۔ بعض لوگوں نے ان کا چیلہ بن جانے کا اقرار کیا۔ مشہور یوں ہے کہ انہوں نے ان لوگوں سے کہا کہ ہمارے نام سے اشنان کرو اور دو تین سیر ریت اس ٹیلہ کی لے جاؤ۔ ڈیرہ پر جاکر وہ باجرا ہو جائے گا۔ اور جو حرص کریگا اور زیادہ لے گا اس کا ریت کی ریت رہے گا۔ اُن لوگوں میں سے کوئی جاٹ تھے کوئی برہمن کوئی راجپوت۔ سب ان کے چیلے بن کر ایک ذات یعنی بشنوئی ہو گئے جب برسات کا موسم آیا تو انہوں نے جاماجی سے کہا کہ ہم کھیتی کرنے اپنے اپنے گھروں کو جاتے ہیں۔ جاماجی نے کہا کہ جاؤ مگر ہمارا دھرم رکھو۔ اور ہمارے ۹ اور ۲۰ بیس اصول ہیں ان پر کاربند رہو اس طرح سے یہ فرقہ قائم ہوُا۔ ان ۲۹ انتیس اصولوں میں سے بعض یہ ہیں :-

(۱) جھوٹ نہ بولو (۲) چوری نہ کرو (۳) نندرا یعنی چغلی نہ کرو (۴) زنا نہ کرو (۵) پانی اپنی نظر کے سامنے اپنے کپڑے میں چھان کر پیو (۶) حیض کے دنوں میں عورت سے الگ رہو اور اس کی پکی ہوئی روٹی اتنے دن نہ کھاؤ (۷) بچّہ پیدا ہو تو وہ عورت ۳۰ تیس روز کسی چیز کو ہاتھ نہ لگائے۔ وہ گندی ہے۔ اسے کھانا پینا الگ دو۔ (۸) صبح شام جاماجی کے نام کی مالا پھیرا کرو (۹) مرد عورت۔ بچّہ سب نہا کر روٹی کھائیں (۱۰) بیل خصّی نہ کرو (۱۱) گوشت نہ کھاؤ (۱۲) شراب نہ پیو (۱۳) نیل کا رنگا ہوُا کپڑا نہ پہنو (۱۴) قصبہ ابوہر سے شمال کی طرف کوئی پشنوئی نہ جائے۔ جو چلا جائے گا وہ ہمارے دھرم سے خارج ہے (۱۵) مُردوں کو دفن کرو (۱۶) کریاکرم نہ کرو مرنے کے تیسرے روز جو کچھ خیرات صدقہ کرنا ہے کر دو۔ (۱۷) روٹی کا روز چوکا دو۔ (۱۸) شادی بیاہ میں لڑکی کے بدلے ایک پیسہ نہ لو۔ وغیرہ وغیرہ

ان کے ہاں بیاہ میں پھیرے نہیں ہوتے۔ بھاٹ لوگ صرف مصافحہ کرا دیتے ہیں۔ ایک گوت میں شادی نہیں ہوتی۔ تناسخ نہیں مانتے۔ آج کل چوکا دینے کی رسم مفقود ہے۔ کئی کئی مرد اکٹھے مل کر کھانا کھا لیتے ہیں ؞

انگریزی حکومت اور تعزیرات کے نفاذ سے پہلے بشنوئیوں کے گاؤں میں ایک عجیب رسم جاری تھی۔ وہ یہ کہ ایک نوجوان انسان کو جو بہت قوی اور خوبصورت ہوتا۔ اُس سے

قسم لیکر بطور سانڈ کے اس گاؤں میں چھوڑ دیتے تھے۔ وہ شخص جس کے ہاں جو چاہتا کھا پی لیتا اور جس عورت سے چاہتا ہمبستر ہو لیتا۔ جب بارہ سال گذر جاتے تو اسے قتل کر دیتے اور پھر کسی کو اسی طرح سانڈھ بنا دیتے۔ جب تک مذہب اور اخلاق کا رُعب ان میں قائم رہا تو وہ سانڈ بچارے اسی طرح مارے جاتے رہے۔ لیکن جب انگریزی حکومت آئی اور انسانی خون کو آزادی نصیب ہوئی تو پھر یہ ہونے لگا کہ وہ سانڈ بارہ سال کے ختم ہونے سے کچھ مدت پہلے کسی عورت کو ہمراہ لیکر گاؤں سے مفرور ہو جاتا۔ اور اس طرح اپنی جان بچا لیتا تھا۔ آخر چند ایسے واقعات ہونے کے بعد یہ رسم بالکل ترک کر دی گئی۔ شاید ایسی رسم صدہا سال تک جاری رہنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس قوم میں اب تک بڑے جسیم اور قد آور لوگ پائے جاتے ہیں۔ کہ ویسے ان دیہات میں اور قوموں کے نہیں ہوتے ؛

جنم ساکھی سری گورو سنگھ سبھا میں تحریف

جنم ساکھی سکھوں کی ایک نہایت مشہور اور معتبر کتاب ہے۔ اسے سکھ مذہب میں قریباً وہی درجہ حاصل ہے جو صحیح بخاری کو اسلام میں حاصل ہے۔ یہ حضرت بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ ہے سکھوں اور دیگر مؤرخین نے آپکی جسقدر تاریخیں لکھی ہیں ان سب کا مأخذ یہی ہے۔ جنم ساکھی کے کئی نسخے ہیں۔ جن میں سے مشہور یہ ہیں :-

(۱) جنم ساکھی بھائی بالا (۲) جنم ساکھی سری گورو سنگھ سبھا (۳) جنم ساکھی بابا منی سنگھ جس کا دوسرا نام گیان رتناولی بھی ہے۔

Digitized by Khilafat Library.

ان جنم ساکھیوں میں سے ہر ایک کے حالات بہت دلچسپ ہیں۔ ان کا مطالعہ کرنے سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ان کے مختلف ایڈیشنوں میں بہت کچھ تحریف کر دی گئی ہے۔ بالخصوص انکے وہ حصے جن سے بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے مسلمان ہونے کا ثبوت ملتا ہے تحریف کرنے والوں کی نظرِ کرم کا شکار ہوئے ہیں۔ اس وقت ہم جنم ساکھی سری گورو سنگھ سبھا کے کسیقدر حالات سے ناظرین کو آگاہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس جنم ساکھی کا پُرانا نسخہ مسٹر کال برو ک نامی ایک انگریز کو کہیں سے ملا تھا جسے اس نے ایسٹ انڈیا کمپنی کی معرفت انڈیا آفس میں لنڈن کی لائبریری میں رکھوا دیا۔ ۱۸۸۳ء میں امرتسر کے سکھوں نے لفٹینٹ گورنر پنجاب کی خدمت میں

درخواست دی کہ یہ جنم ساکھی انڈیا آفس سے انہیں پڑھنے کے لئے منگا دی جائے۔ چنانچہ مسٹر راس لائبریرین کی مہربانی سے یہ جنم ساکھی منگائی گئی اور دیوالی کے موقعہ پر ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر امرتسر نے خالصہ دیوان میں اسے دکھایا۔ سکھوں کی طرف سے اس پر قیمتی رومال چڑھایا گیا اور انکی درخواست پر سرکاری طور پر اس کا فوٹو لیا گیا اور کچھ نسخے زنکوگرافی کے ذریعہ چھپوا کر مسٹر چارلس ایچسن لفٹیننٹ گورنر پنجاب نے خاص خاص مقامات پر بطور تحفہ بھیجے۔ اس کا ایک نسخہ پبلک لائبریری لاہور میں بھی موجود ہے جو میں نے بچشم خود دیکھا ہے *

سنہ ۱۸۸۴ء میں سری گورو سنگھ سبھا لاہور نے رفاہ عام کے لئے یہ جنم ساکھی انڈین پریس لاہور میں پہلی مرتبہ چھپوائی۔ یہ ایڈیشن اب کمیاب بلکہ نایاب ہے۔ مجھے اس کا ایک نسخہ بڑی محنت اور تلاش کے بعد ملا ہے۔ اسے ولایت والی جنم ساکھی بھی کہتے ہیں *

سنہ ۱۸۸۵ء میں اس کا دوسرا ایڈیشن مطبع گلشن پنجاب راولپنڈی میں مسٹر میکالف نے چھپوایا۔ مسٹر موصوف نے اس ایڈیشن میں بہت سی تحریف کر دی۔ جو حوالجات اسلام کی تائید میں تھے اور جن سے بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے اسلام کا ثبوت ملتا تھا انہیں نکال دیا اور ان کی جگہ اپنی طرف سے اس میں شعر لکھدیئے۔ چونکہ یہ تحریف کی پہلی کوشش تھی اسلئے اس میں کماحقہ کامیابی نہ ہوئی اور اس ایڈیشن میں بعض باتیں مسخ شدہ صورت میں اسلام کی تائید میں رہ گئیں *

Digitized by Khilafat Library

سنہ ۱۹۲۷ء میں اس جنم ساکھی کا تیسرا ایڈیشن وزیر ہند پریس میں طبع ہوا۔ اس کا دوسرا نام پوراتن جنم ساکھی بھی ہے۔ اس میں سکھ بھائیوں نے تحریف کی اس کمی کو جو مسٹر میکالف والے ایڈیشن میں رہ گئی تھی پورا کر دیا۔ یعنی انہوں نے جنم ساکھی سری گورو سنگھ سبھا کو کلیتہً اسلام کے ذکر سے خالی کر دیا۔ ذیل میں چند حوالے پیش کئے جاتے ہیں جن سے اس تحریف کا اندازہ ہو سکیگا:-

پہلا حوالہ جنم ساکھی سری گورو سنگھ سبھا مطبوعہ سنہ ۱۸۸۴ء میں صفحہ ۲۴۴ سے صفحہ ۲۴۸ تک بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ کی ایک سی حرفی درج ہے جس کے کُل تیس[1] شعر ہیں۔ اس کا چودھواں شعر یہ ہے:-

ص صلاحت محمدی مکھ ہی آکھو نت * خاصہ بندہ ساجیا سر متراں ہُو مت

[1] حاشیہ۔ مسٹر میکالف نے جو ایڈیشن شائع کیا ہے اس میں اس نے ایک شعر بڑھا کر اس سی حرفی کے اکتیس شعر بنا دیئے ہیں جو بجائے خود تحریف کا ثبوت ہے۔

ترجمہ۔ زبان سے ہمیشہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرتے رہو کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے پیاروں کا سر یعنی سردار اور بہت پیارا بندہ ہے۔

مسٹر میکالف نے اس شعر کی جگہ یہ شعر لکھ دیا ہے:۔

ص۔ صبر کر چت میں جو پہنچے رزق نصیب ٭ بھوکھ روگ جن لایا سوئی حق طبیب

ترجمہ۔ صبر کرو تا وہ رزق پہنچے جو نصیب میں ہے۔ جس نے بھوک کا روگ لگایا ہے وہی اس کا طبیب ہے۔ پہلے شعر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی گئی اور آنحضور علیہ السلام پر درود بھیجنے کا حکم ہے۔ مگر میکالف صاحب کے شعر میں رزق اور بھوک کا ذکر ہے۔ گو یا دونو کے مفہوم میں ذرا بھی مناسبت نہیں ہے۔ اور جب ہم اس جنم ساکھی کے تیسرے ایڈیشن کا مطالعہ کرتے ہیں جو سنہ ۱۹۲۷ء میں وزیر ہند پریس سکھ بھائیوں نے چھپوایا تھا تو ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہ جاتی کیونکہ اس میں ہمیں نہ بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ کا

Digitized by Khilafat Library

مذکورہ بالا شعر نظر آتا ہے اور نہ مسٹر میکالف کا۔

دوسرا حوالہ جنم ساکھی سری گورو سنگھ سبھا کی جس سی حرفی کا ہم ابھی ذکر چکے ہیں اس کا سولھواں شعر یہ ہے:

ت۔ طالب حق راستی دائم جناں وصال ٭ جنے دیکھیا تکھ مکھ بھٹے توٹے مایا جال

ترجمہ۔ جو حق اور راستی کے طالب ہیں انکو خدا تعالیٰ کا دائمی وصال حاصل ہوتا ہے جس نے اسے دیکھ لیا اسکے لئے مایا کا جال ٹوٹ جائیگا۔

مسٹر میکالف نے اپنے شائع کردہ ایڈیشن میں یہ شعر یوں لکھا ہے:۔

ط۔ طریقت وِہ ٹر کر معرفت تے پائے راکھ ٭ ایہہ تن تیرا قبر میں ہوسی ڈیری خاک

ترجمہ۔ طریقت میں رہ کر معرفت میں قدم رکھ کیونکہ تیرا یہ جسم قبر میں خاک کا ڈھیر ہو جائے گا۔ بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے اصلی شعر میں چونکہ اسلامی دائمی نجات کی تائید پائی جاتی تھی اسلئے اسے تبدیل کر دیا گیا وزیر ہند پریس میں طبع شدہ ایڈیشن میں یہ دونو شعر مفقود ہیں۔

تیسرا حوالہ مذکورہ بالا سی حرفی کا چوبیسواں شعر یہ ہے:۔

م۔ محمد من توں من کتاباں چار ٭ من خدائے رسول نوں سچائی دربار

ترجمہ۔ محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لاؤ اور چاروں کتابوں پر بھی ایمان لاؤ۔ خدا کے رسول کو مانو کیونکہ وہ سچا دربار ہے۔

مسٹر میکالف نے اس شعر کی بجائے یہ لکھ دیا ہے:۔

م۔ مناں ہے خود روی کہے پیر دے چل ٭ دان نہ کیتو نانکا تاں مایا جاسی چھل

ترجمہ۔ خودروی منع ہے پیر کے کہنے پر چلنا چاہئے۔ اے نانک! اگر دان نہ کیا تو دنیا دھوکہ دے گی۔

ناظرین! غور فرمائیں حضرت بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے شعر میں اور مسٹر میکالف کے خود ساختہ شعر میں

کسقدر زمین وآسمان کا فرق ہے۔ اس میں کچھ شبہ نہیں ہے کہ مسٹر میکالف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو چھپانے کیلئے خوفناک تحریف سے کام لیا ہے ÷

سکھ صاحبان نے اسی جنم ساکھی کا جو تیسرا ایڈیشن شائع کیا ہے اس میں یہ دونو شعر نہیں ہیں ÷

چوتھا حوالہ جنم ساکھی سری گورو سنگھ سبھا ایڈیشن اوّل میں میاں مٹھّا صاحب کی بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ سے حسب ذیل گفتگو درج ہے :- میاں مٹھّا بولیا :-

اوّل ناؤں خدائے کا دوجا نبی رسولؐ ÷ نانک کلمہ جے پڑھیں تاں درگاہ پویں قبول

تاں بابے جواب دِتا :-

Digitized by Khilafat Library

اوّل ناؤں خدائے کا دَرِ دروان رسولؐ ÷ شیخا نیّت راس کر تاں درگاہ پویں قبول

یعنی پیر مٹھّا صاحب نے جو ایک بزرگ مسلمان تھے بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ اوّل تو خدا تعالیٰ کا نام ہے اور دوسرا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ اے نانک! اگر کلمہ پڑھو تو درگاہ الٰہی میں مقبول ہو جاؤ گے۔ اسکے جواب میں بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بیشک اوّل خدا تعالیٰ کا نام ہے اور رسولؐ اسکے در کا دربان ہے، مگر اے شیخ نیّت درست کرو تو درگاہ ایزدی میں قبولیّت حاصل ہوگی۔

بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں صاف طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کے در کا دربان قرار دیا ہے یعنی آپکے بغیر خدا تعالیٰ کا وصال حاصل نہیں ہو سکتا ÷

مسٹر میکالف نے اس شعر میں اپنی اسلام دشمنی کا ثبوت دیتے ہوئے یہ تحریف کی ہے کہ اپنے شائع کردہ ایڈیشن میں "دَر دَروان رسول" کی بجائے "در کیتڑے رسول" لکھدیا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے دَر پر کئی رسول ہیں۔ اور سکھ بھائیوں کے شائع کردہ ایڈیشن سے یہ دونو شعر اڑا دیئے گئے ہیں÷

پانچواں حوالہ جنم ساکھی سری گورو سنگھ سبھا کے ایڈیشن اوّل میں پیر مٹھّا صاحب کے اس سوال کے جواب میں کہ وصال الٰہی کا ذریعہ کیا ہے؟ بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ کا حسب ذیل جواب درج ہے :-

قرآن کتیب کمائی اَے ÷ بھَو وَٹّی اِت تَن لائی اَے ÷ سچ بوجھن آن جلائی اَے ÷ بِن تیل دیوا ایوں جلے

کر چانن صاحب ایوں ملے

ترجمہ۔ قرآن کتاب پر عمل کرو اور خوف (خدا) کی بتّی اپنے جسم (کے چراغ) میں ڈال لو۔ سچ بولنے (کے تیل) سے اسے جلاؤ (ظاہری) تیل کے بغیر دیا اس طرح جلا کر روشنی پیدا کرو تو خدا کا وصال حاصل ہوگا۔

مسٹر میکالف کے شائع کردہ ایڈیشن میں یہ شعر اسی طرح رہنے دیا گیا ہے۔ مگر تیسرے ایڈیشن میں "قرآن کتیب کمائی اَے" کی بجائے "پوتھی پوران کمائی اَے" کر دیا گیا ہے ÷

(دیکھو پوراتن جنم ساکھی صفحہ ۱۱۲ مطبوعہ وزیر ہند پریس) (باقی آئندہ)

وصیّتیں

۵۰۴۲۱ منکہ نواب بی بی زوجہ چوہدری علی محمدؐ قوم جٹ پیشہ زمینداری عمر ۵۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۶ء ساکن پنڈی (چنوڑ گڑھ) ڈاکخانہ فتح گڑھ چوڑیاں تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۴/۲۸-۲ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ اسوقت میری جائیداد حسب ذیل ہے:-

(۱) مہر مبلغ بتیس روپے جو میرے خاوند کے ذمہ ہے۔ ایک زیور چاندی مبلغ بیس روپیہ- ۵۰ روپے مجھے میری لڑکی مرحومہ کے ورثہ سے ملے ہیں۔ کل مبلغ -/۱۰۲ روپے بنتے ہیں۔ مَیں اس کے ۱/۵ حصّہ کی وصیّت بحق صدر انجمن احمدیّہ قادیان کرتی ہوں۔ اگر کوئی رقم اپنی وصیّت کی داخل خزانہ کر کے اس کی رسید حاصل کرلوں۔ تو وصیّت کے حصّہ سے منہا سمجھی جائیگی۔ اگر میرے مرنے کے بعد کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۵ حصّہ کی صدر انجمن احمدیّہ قادیان مالک ہوگی ٭ گواہ شد:- چوہدری علی محمدؐ خاوند موصیہ نشان انگوٹھا۔

العبد:- نواب بی بی نشان انگوٹھا ٭ گواہ شد:- چوہدری فضل احمدؐ پسر موصیہ ٭

۵۰۴۱۱ منکہ محمدؐ شریف ولد چوہدری غلام قادر صاحب قوم آرائیں پیشہ زمینداری عمر ۲۵ سال پیدائشی احمدی ساکن بستی قادر آباد موضع جھول ڈاکخانہ و تحصیل خانپور ضلع رحیم یار خاں ریاست بہاولپور- بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۲/۳۷ حسب ذیل وصیّت کرتا ہوں:-

میری جائیداد اسوقت ملکیت شدہ میرے نام نہیں- البتہ پچیس بیگھہ اراضی زرعی قیمتی -/۹۰۶/۴ موضع جھول تحصیل خانپور میں خرید کیگئی ہے- جس کا انتقال ابھی تک میرے نام نہیں ہوا- اور اقساط ادا کی جارہی ہیں- جو ادائیگی اقساط پر ملکیت انتقال ہوجائے گی ٭

(۲) میرا گذارہ اسوقت پیداکردہ اراضی مذکورہ پر ہے۔ اسکا ۱/۱۰ حصہ بمد وصیت ہر فصل پر ادا کرتا رہوں گا ٭

Digitized by Khilafat Library

(۳) میری وفات کے وقت جس قدر میری جائیداد ثابت ہوگی- اس کی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ ہوگی ٭

(۴) اگر میں کوئی رقم بمد وصیّت اپنی زندگی میں داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کردوں۔ تو وہ رقم میرے ذمہ وصیّت کے واجب الادا حصہ سے منہا سمجھی جائے گی ٭

نوٹ:- قیمت اراضی از روئے تشخیص موجودہ مبلغ -/۴/۹۰۶ بحساب -/۴/۳۶ فی بیگھہ ہے ؞
گواہ شد:- عطاء اللہ ولد نظام دین سکنہ گوکھووال حال موضع جھول ؞ العبد:- محمد شریف احمدی بقلم خود ؞ گواہ شد:- عبد اللطیف پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ خانپور ؞

۵۰۴۶ منکہ سلیمہ بیگم زوجہ فضل قادر قوم ککے زئی عمر ۴۴ سال بیعت سنہ ۱۹۱۰ء ساکن قادیان ضلع گورداسپور۔ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۳/۲/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں:-
میری وفات پر جو جائیداد ثابت ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی اسوقت میری جائیداد صرف -/۵۰۰ حق مہر ہے۔ جو کہ میرے خاوند کے ذمہ قابل ادا ہے۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں ؞
گواہ شد:- فضل قادر خاوند موصیہ ؞ العبد:- سلیمہ بیگم نشان انگوٹھا ؞ گواہ شد:- فیض قادر ؞

۵۰۴۷ منکہ ہدایت اللہ ولد خیر الدین قوم جٹ پیشہ ملازمت عمر ۲۲ سال بیعت سنہ ۳۵ء ساکن قادیان ضلع گورداسپور۔ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۳۰/۲/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:-
اسوقت میری کوئی جائیداد نہیں ماہوار آمدنی پر میرا گذارہ ہے۔ جو معیّن نہیں ہے کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ اوسط قریباً پندرہ روپے ماہوار رہتی ہے۔ مَیں اقرار کرتا ہوں۔ کہ مَیں اپنی ماہوار آمدنی کا ۱/۱۰ حصہ باقاعدہ ادا کرتا رہونگا۔ میں بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں اور اس کے علاوہ بوقت وفات میری جو جائیداد ثابت ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ؞

Digitized by Khilafat Library

گواہ شد:- چوہدری اللہ بخش مالک اللہ بخش سٹیم پریس قادیان ؞ العبد:- ہدایت اللہ ولد خیر الدین بقلم خود ؞ گواہ شد:- شیخ اصغر علی مہاجر گورنمنٹ پنشنر دار الفضل قادیان ؞

۵۰۴۸ منکہ محمد عبد الحق مجاہد ولد میاں محمد الدین قوم راجپوت پیشہ ملازمت عمر ۲۵ سال پیدائشی احمدی ساکن بھوسہ وڈالہ ڈاکخانہ خاص ضلع امرتسر۔ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۴/۳/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:-
میری جائیداد اسوقت کوئی نہیں۔ میرا گذارہ میری ماہوار آمد پر ہے جو عـــ۵ ہے۔
میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا دسواں حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ کرتا رہوں گا۔ میرے مرنے کیوقت جسقدر جائیداد متروکہ ثابت ہو۔ اس کے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ؞ گواہ شد:- احمد جان عفی عنہ ؞ العبد:- محمد عبد الحق مجاہد

حال ملازم ریلوے مسجد احمدیہ گنج مغلپورہ ÷ گواہ شد:۔ حیات محمد سیکرٹری تحریک جدید جماعت احمدیہ گنج ÷

۴۷۳۷ منکہ جلال الدین ولد محمد الدین قوم شیخ پیشہ تجارت عمر ۱۹ سال پیدائشی احمدی ساکن بنگہ ضلع جالندھر۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۳۸/۳/۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:۔

موجودہ وقت میری کوئی جائیداد نہیں ہے۔ میرا گذارہ پھیری کی روزانہ آمد پر ہے۔ جو کہ تقریباً پانچ روپے ماہوار ہے۔ لہٰذا میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں۔ کہ آٹھ آنے ماہوار ادا کرتا رہونگا۔ اور کمی بیشی ہونے کی صورت میں آمدنی کی دفتر کو اطلاع دیتا رہونگا۔ نیز بوقت وفات اگر کوئی جائیداد ثابت ہو تو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ÷

گواہ شد:۔ محمد الدین سکرٹری وصایا بنگہ بقلم خود ÷ العبد:۔ جلال الدین احمدی بقلم خود بنگہ ÷ گواہ شد:۔ فضل الدین سیکرٹری انجمن احمدیہ بنگہ ÷

۴۹۸۲ منکہ فضیلت بیگم بنت مرزا ناصر علی صاحب قوم انصاری ساکن فیروزپور شہر پیدائشی احمدی عمر ۲۱ سال بیوہ غیور احمد خانصاحب۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۳۸/۳/۵ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میں اپنی کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ جو میری وفات کے وقت موجود ہو اسکے دسواں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ میری جائیداد اس وقت غیر منقولہ کوئی نہیں ہے۔ میرے پاس زیورات ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ بموجب سوقیہ نرخ کے کڑے طلائی قیمتی تین سو روپیہ۔ بند طلائی قیمتی تین سو روپیہ۔ ہار پونڈوں کا قیمتی پانسو روپیہ۔ گلوبند دو عدد قیمتی ساڑھے تین سو روپیہ۔ چمپاکلی قیمتی سو روپیہ تلسی قیمتی سو روپیہ مگر قیمتی سو روپیہ دو جوڑے کانٹے پچاس روپے۔ سر کے دھاگے قیمتی پچاس روپے۔ ٹمن قیمتی پچاس روپے۔ انگوٹھیاں قیمتی تیس روپے کلپ طلائی پندرہ روپے۔ چونکہ میرا خاوند رضاء الٰہی سے فوت ہو چکا ہے۔ حق مہر ۵۰۰۰/- ہزار روپیہ ادا نہیں ہوا۔ اسلئے مَیں اس رقم کو چھوڑ دیتی ہوں۔ میرے خسر صاحب فی الحال مجھے دس روپیہ ماہوار دیتے ہیں۔ اسمیں سے بھی جبتک ملتے رہینگے۔ دسواں حصّہ ماہوار ادا کرتی رہونگی۔ یہ وصیت بموجب حکم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تحریر کردی ہے۔ کہ سند رہے ÷

گواہ شد:۔ مرزا ناصر علی والد موصیہ بقلم خود ÷ العبد:۔ فضیلت بیگم بقلم خود ÷

گواہ شد:۔ صلاح الدین ولد پیر اکبر علی بقلم خود ÷

Digitized by Khilafat Library

۴۹۰۸ منکہ غلام احمدؐ ولد چوہدری فضل داد خاں صاحب قوم گوجر پیشہ ملازمت عمر ۲۶ سال بیعت سنہ ۱۹۳۳ء ساکن خونن ڈاکخانہ برنالی ضلع گجرات۔ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۴/۴ احسب ذیل وصیّت کرتا ہوں:۔

میری اسوقت کوئی جائیداد نہیں۔ اسوقت میری ماہوار آمد -/۶۰ روپے ہے۔ میری اصل تنخواہ -/۲۰ روپے ماہوار ہے۔ مگر عارضی ترقیات کے سلسلہ میں -/۳۵ کل -/۵۵ اور -/۶۰ روپے بعض اوقات وصول کرتا ہوں۔ مَیں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدؐیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ میرے مرنے کے وقت جسقدر میری جائیداد ثابت ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدؐیہ قادیان ہوگی ٭

گواہ شد:۔ محمدؐ سعید امیر جماعت احمدؐیہ سرگودھا ٭ العبد:۔ غلام احمدؐ نائب صدر قانونگوئی سرگودھا

گواہ شد:۔ غلام رسُول ولد میاں غلام محی الدین سیکرٹری مال سرگودھا ٭

۵۰۵۴ منکہ رحیم بخش ولد چوہدری ماہی قوم جاٹ پیشہ زمینداری عمر ۳۵ سال تاریخ بیعت سنہ ۱۹۲۲ء ساکن کوٹ احمدؐیاں ڈاکخانہ ڈگری ضلع تھرپارکر سندھ۔ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۸/۴ احسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اسوقت میری جائیداد منقولہ و غیر منقولہ حسب ذیل ہے۔ اراضی نہری اسوقت ۲۴ گھماؤں میرے نام ایسی ہے جس کی میں نے دس اقساط ادا کرنی ہیں جس کی قسطیں ادا کر رہا ہوں۔ جب سب قسطیں ادا ہو جائیں گی۔ تب میری یہ وصیت اس میری ملکیت پر حاوی ہوگی۔ اس کے علاوہ بھی اگر میری کوئی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ ثابت ہوگی۔ تو اسپر بھی میری یہ وصیّت حاوی ہوگی۔ اس کے علاوہ زمینداری پیشہ میں سے مجھے بصورت آمد سالانہ یکصد روپیہ قسط ڈھل سرکاری نکالکر پیدا ہوتے ہیں۔ سردست مَیں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیّت بحق صدر انجمن احمدؐیہ قادیان کرتا ہوں۔ جب خدا تعالیٰ مجھے قسطوں سے فارغ اور اراضی مذکورہ بالا کا مالک بنائیگا۔ تب انشاء اللہ اس آمد کے مطابق معقول رقم سالانہ داخل خزانہ مذکور کرانے کے قابل ہوسکوں گا۔ اسوقت بصورت مویشی میری ملکیت مالِلغ ۲۴۰ روپے ہے اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیّت بحق صدر انجمن احمدؐیہ قادیان کرتا ہوں۔ جو قسطوار ادا کرونگا۔ یہ میری آخری وصیّت ہے۔ جو ہر طرح صحیح اور قابل عمل ہے۔ مَیں اسکا ہر طرح پابند ہوں اور پابند رہونگا۔ یہ جائیداد میری خود پیدا کردہ ہے۔ اسوقت میری جدّی جائیداد میرے قبضہ میں کوئی نہیں جو میری ملکیت کہلاتی ہو۔ اگر مجھے باپ کیطرف سے کوئی جائیداد ملی

یا کسی اور جگہ سے۔ تو بوقت وفات ایسی کل جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی بھی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان پنجاب ہوگی ؛

Digitized by Khilafat Library

گواہ شد:۔ محمد صالح مبلغ سندھ ؛ العبد:۔ رحیم بخش ؛ گواہ شد:۔ چوہدری علی احمد ولد شیر محمد ؛

۵۰۲۶ منکہ آمنہ سلطان زوجہ محمد رشید خان قوم پٹھان عمر پچیس سال قریباً پیدائشی احمدی ساکن قادیان محلہ دارالرحمت ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۱/۵/۳۸ حسب ذیل وصیّت کرتی ہوں۔ میری وفات کے وقت جسقدر میری جائیداد ہو۔ اس کے ۱/۳ حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ فی الحال میرا کوئی اور زیور وغیرہ نہیں۔ بلکہ صرف تین صد روپیہ مہر ہے جس کے تیسرے حصّہ کی مَیں وصیّت کرتی ہوں۔ جب میرا خاوند میرا یہ روپیہ ادا کردیگا۔ تو مَیں اسیوقت ایک صد روپیہ صدر انجمن احمدیہ کو ادا کردوں گی ؛

گواہ شد:۔ محمد شفیع دوکاندار احمدی بازار قادیان بقلم خود ؛ العبد:۔ آمنہ سلطان ولد جلال خان پٹھان کابلی بقلم خود ؛ گواہ شد:۔ محمد حسن المعروف بابا محمد حسن بقلم خود ؛

۵۰۵۷ منکہ عائشہ زوجہ میاں فتح دین صاحب قوم سیال عمر چالیس سال تاریخ بیعت اگست ۱۹۱۷ء ساکن قادیان محلّہ ریتی چھلہ ضلع گورداسپور۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۲/۵/۳۸ حسب ذیل وصیّت کرتی ہوں۔ میری جائیداد اسوقت حسب ذیل ہے:۔

حق مہر بذمہ خاوند ساٹھ روپے۔ بند چاندی بقیمت پندرہ روپے۔ بانکاں چاندی بقیمت بیس روپے۔ آرسی و بالیاں چاندی بقیمت پانچ روپے۔ کل میزان سَو روپیہ۔ اس کے علاوہ اسوقت میری کوئی جائیداد نہیں۔ اور میں اسوقت کل جائیداد مالیتی -/-/۱۰۰ کے دسویں حصہ کی وصیّت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اگر میری وفات کے بعد اس کے علاوہ کوئی اور جائیداد ثابت ہو۔ تو اس کے بھی دسویں حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ؛

گواہ شد:۔ فتح الدین سیال بقلم خود ؛ العبد:۔ نشان انگوٹھا عائشہ زوجہ فتح دین۔

گواہ شد:۔ بشیر احمد منیر سیال جالندھری (جامعہ احمدیہ) قادیان ؛

۵۰۵۸ اللہ بخش ولد حکیم مہرالدین صاحب مرحوم قوم لکھن پال راجپوت پیشہ ملازمت کلرکی عمر بیس سال سات ماہ پیدائشی احمدی ساکن قادیان دارالبرکات ضلع گورداسپور۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۸/۵/۳۸ حسب ذیل وصیّت کرتا ہوں:۔

میری جائیداد اسوقت کوئی نہیں۔ اسوقت میری ماہوار آمدنی بطور تنخواہ مبلغ ۱۵ روپے

ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ میرے مرنے کے وقت میری جسقدر جائیداد ثابت ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ÷ گواہ شد:۔ عبدالرحمٰن یحییٰ کلرک بیت المال۔
العبد:۔ اللہ بخش کارکن بیت المال ÷ گواہ شد:۔ عبدالرحیم کارکن بیت المال ÷

۵۰۶۰ء مرزا منور احمد ولد مرزا محمد شفیع صاحب محاسب قوم مغل عمر ۱۲ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان ضلع گورداسپور۔ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۰/۵/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اس وقت صرف میری کتب ہیں۔ جن کی مالیت قریباً یکصد روپیہ ہے۔ ان کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ نیز یہ بھی اقرار کرتا ہوں۔ کہ جب میری کوئی آمد شروع ہوگی۔ تو اپنی آمد کا ۱/۱۰ حصہ بھی ادا کرتا رہونگا۔ اور جو جائیداد میری وفات پر ثابت ہوگی۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک بھی صدر انجمن احمدیہ ہوگی۔ اور اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائیداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں کروں۔ تو اس قدر روپیہ اس کی قیمت سے منہا کر دیا جائے گا ÷ گواہ شد:۔ محمد اسمٰعیل بقلم خود ÷ العبد:۔ مرزا منور احمد بقلم خود محلہ دارالرحمت ÷ گواہ شد:۔ مرزا محمد شفیع بقلم خود ÷

۵۰۶۱ء منکہ سید محمد زکریا ولد سید حسین علی صاحب مرحوم قوم سید پیشہ ملازمت عمر ۲۹ سال پیدائشی احمدی ساکن رسول پور ڈاکخانہ سونگھڑہ ضلع کٹک صوبہ اڑیسہ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۵۶ھ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:۔
میرا گذارہ اس وقت ماہوار تنخواہ پر ہے۔ جو کہ مبلغ پندرہ روپے ماہوار ہے۔ میں اسکے ۱/۱۰ حصہ (دسویں حصہ) کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اور انشاء اللہ تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ اس کے علاوہ میری موروثی جائیداد غیر منقولہ زمین اور ایک مکان خام بھی ہیں جو قابل تقسیم ہیں۔ تقسیم پر جس قدر جائیداد میرے حصہ میں آئے گی۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ÷

Digitized by Khilafat Library

میں یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ اگر میری وفات کے وقت مندرجہ بالا جائیداد کے علاوہ اور کوئی جائیداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ÷
اگر میں کوئی رقم خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل کر دوں تو ایسی رقم

وصیّت کردہ رقم سے منہا کردی جائے گی ۞ گواہ شد :- ہارون رشید بھدرک ۞
العبد :- سیّد محمد زکریا بقلم خود حال ٹیچر این۔ سی۔ ایم۔ ای سکول پُرانا بازار بھدرک ضلع بالیسر اُڑیسہ ۞ گواہ شد :- محمد شمس الدین سنکڑوا بھدرک ۞ گواہ شد :- سیّد محمد موسیٰ برادر موصی ۞

۵۰۶۲ منکہ محمد اسمٰعیل خالد ولد چوہدری محمد ابراہیم قوم گوجر کھٹانہ پیشہ کارکن تحریک جدید عمر ۲۲ سال پیدائشی احمدی ساکن اسمٰعیلہ ڈاکخانہ ڈنگہ تحصیل کھاریاں ضلع گجرات بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۲ ۵/۳۸ حسب ذیل وصیّت کرتا ہوں :-
میری کوئی جائیداد نہیں۔ میرا گذارہ ماہوار الاؤنس پر ہے جو مجھے دفتر تحریک جدید سے -/۲۰ ماہوار کی صورت میں ملتا ہے۔ میں اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ باقاعدہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ اور میں یہ بھی وصیّت کرتا ہوں کہ میری وفات پر جسقدر میری جائیداد ثابت ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی بھی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ لہذا یہ وصیّت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں ۞ گواہ شد :- محمد احمد کارکن دفتر تحریک جدید ۞
العبد :- (چوہدری) محمد اسمٰعیل خالد کارکن تحریک جدید ۞ گواہ شد :- امیر احمد کارکن دفتر پرائیویٹ سیکرٹری

قادیان کا قدیمی مشہور عالم بے نظیر تحفہ!

سُرمہ نُور رجسٹرڈ

دُنیا میں اسی سُرمہ نُور سُرموں کے سرتاج کی دُھوم مچ رہی ہے ڈاکٹر۔ اطباء۔ رؤساء۔ امراء عوام کو گرویدہ اور گاہکوں کو مجسّم اشتہار بنا رہا ہے۔ جملہ امراض چشم میں بیحد مفید اور بے ضرر ثابت ہو چکا ہے۔ تاثیر اور فوائد کے لحاظ سے اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ نظر کو بڑھاپے تک قائم رکھنے میں بینظیر ہے۔

قیمت :- فی تولہ دو روپیہ۔ چھ ماشہ ایک روپیہ (۱ روپیہ)

ملنے کا پتہ :- شفاخانہ رفیق حیات متصل منارۃ المسیح قادیان (پنجاب)

فیض عام میڈیکل ہال قادیان کے نادر تحائف

۱- فیض عام نُورِ نظر

یہ وُہ بینظیر اور خاص الخاص نسخہ اولاد نرینہ کا ہے۔ جو حضرت حکیم الامتہ خلیفۃ المسیح اول رض کا اعجازی نوشتہ ہے۔ یہ ہر ایک مایوس کے حق میں جو اولاد نرینہ کا خواہشمند ہو مژدہ جانفزا ثابت ہو چکا ہے۔ اسکے متعلق دعویٰ سے کہا جا سکتا ہے۔ کہ جس کسی نے بھی اسکا استعمال کیا گوہر مقصود سے محروم نہیں رہا۔ چنانچہ حضور والاشان نواب محمد علی خانصاحب آف مالیرکوٹلہ بھی تصدیق فرماتے ہیں۔ کہ یہ نسخہ حضرت نورالدین اعظم رض نے خود میرے گھر میں دیا تھا۔ میں نے اور جس کسی پر بھی آزمایا۔ مجرّب ہی پایا ہے۔ اس کو ایّام حمل میں ہر مہینے کے صرف ابتدائی دس یوم تک روزانہ نہار مُنہ پانی سے لینا کافی ہے۔ اگر دوسرے تیسرے مہینے بھی شروع کیا جاوے۔ تو کوئی حرج نہیں ہوتا ؛

قیمت :- ایک روپیہ کی دس خوراک جو کیپشول میں ہوتی ہے ؛

۲- فیض عام شربت فولاد

یہ نسخہ ہمارے مُربّی خاص خانصاحب ڈاکٹر میر محمد اسمعیل ریٹائرڈ سول سرجن کی ایجاد ہے۔ اس کا شہرۂ آفاق ہونا اسکے مفید عام ہونے پر صاد ہے۔ یہ واقعی امراض خصوصی مستورات کے حق میں آب حیات کا ہمزاد ہے۔ حیض کی کمی بیشی اور پس و پیش ہونا۔ پیڑو کا درد۔ ناف کا ٹلنا۔ اسقاط بانجھ پن۔ اٹھرا۔ جریان۔ سیلان۔ باؤگولہ۔ سوداپن۔ لاغری۔ موٹاپا۔ چہرے کی زردی۔ چھائیاں۔ مضبوطی اور درازی گیسو وغیرہ جملہ امراض نسائی کیلئے شرطیہ طور پر کیمیائی اثر رکھتا ہے ؛ قیمت شیشی ۳۲ خوراک ایک روپیہ ؛

۳- فیض عام منجن آبدار

اِس سے زیادہ کم خرچ اور بالانشین منجن کہیں نہیں ہوگا۔ اس نے تمام بیش قیمت منجنوں مسیّوں اور پیسٹس نکو ہر لحاظ سے مات کر دیا ہے۔ دانت میں درد۔ میل۔ کیڑے۔ مسوڑوں میں زخم۔ ماخورہ۔ زبان کے شگاف چھالے۔ گلے کی سوزش۔ آواز بیٹھ جانا وغیرہ جملہ امراض دہن کیواسطے یہ بینظیر اکسیر منجن ثابت ہو چکا ہے۔ جس نے اس کو ایک مرتبہ استعمال کیا ہمیشہ کیواسطے اسکا گرویدہ ہو گیا ہے۔ یہ نہ صرف نہایت مفید لطیف اور لذیذ منجن (ٹوتھ پاؤڈر) ہی ہے بلکہ اسکی ایک دو چُٹکی بھر پانی سے نگل لینا ہر قسم کے درد اور بدہضمی کا اور اسکو مکھن، تیل یا پانی میں ملا کر بطور مرہم کے لگانا ہر قسم کی خارش، زخم اور امراض جلدی کا بھی بہترین علاج ثابت ہو چکا ہے۔ اسکو نرم بُرش یا صرف اُنگلی سے لگانا چاہیئے۔ اسے دانتوں میں خلال کرتے ہوئے خلال کو لگا لینا اور رات کو بھی سوتے وقت تھوڑا سا لگا کر مُنہ کو صاف کر لینا از بس مفید ثابت ہوا ہے ؛ قیمت :- فی تولہ ۱ر دو تولہ کی خوشنما پیچدار شیشی ۳ر

ہم خرما و ہم ثواب

Digitized by Khilafat Library

اگر آپ قادیان میں جائیداد بنانے کے خواہشمند ہیں۔ تو جنرل سروس کمپنی سے خط و کتابت کریں جو ہر قسم کی جائیداد کی فروخت کی اطلاع آپکو مہیّا کریگی۔ پسند آنے پر کمپنی خرید کا بندوبست کردے گی +

اگر آپ اپنی قادیان کی جائیداد محفوظ اور آمد کا ذریعہ بنانا چاہتے ہیں۔ تو انتظام جنرل سروس کمپنی کے سپرد کریں +

اگر آپ کو بجلی کے پنکھے و موٹر پمپ سٹ وغیرہ سامان کی ضرورت ہے۔ تو جنرل سروس کمپنی کو آرڈر دیں۔ آپکو گھر بیٹھے حسب پسند قابل تسلی سامان آپکے شہر کے نرخ پر مہیّا ہو جائیگا۔ قادیان سے باہر رہتے ہوئے۔ قادیان کی تجارت کو ترقی دیں +

مینیجر جنرل سروس کمپنی قادیان

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۲۶

محمود سلور جوبلی کی خوشی میں جماعت احمدیہ کو دعوت

حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی پچیس ۲۵ سالہ خلافت جوبلی کی خوشی میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تقریباً پچاس کُتب اور سلسلہ کے دیگر لٹریچر میں سے بھی تقریباً پچاس کُتب سٹوں کی شکل میں جمع کردیگئی ہیں اور قیمت اسقدر کم کر دیگئی ہے کہ غریب سے غریب دوست بھی لٹریچر خرید کر احمدیت کا پیغام ہر طبقے میں بآسانی پہنچا سکتے ہیں اور بالکل قلیل رقم ارسال فرما کر کافی لٹریچر منگا سکتے ہیں۔ مثلاً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چالیس ۴۰ کتب صرف ۸/ میں حاصل کر سکتے ہیں۔ احباب اس نادر موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے مندرجہ ذیل سٹ خرید فرمائیں۔

Digitized by Khilafat Library

سٹ نمبر ۱ سابقہ قیمت للعہ موجودہ رعایتی قیمت عمار

بیس ۲۰ کُتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام

فتح اسلام۔ توضیح مرام۔ آسمانی فیصلہ۔ نشان آسمانی۔ حجۃ الاسلام۔ انوار الاسلام۔ اسلامی اصول کی فلاسفی
تحفہ قیصریہ۔ کشتی نوح۔ ستارہ قیصرہ۔ رسالہ جہاد۔ سناتن دھرم۔ نور القرآن حصہ اول و دوم۔ پرانی تحریریں
تقریریں۔ درثمین فارسی۔ درثمین اردو۔ سبز اشتہار۔ الوصیت

سٹ نمبر ۲ سابقہ قیمت ۸/ موجودہ قیمت عہ

بیس ۲۰ کُتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اتمام الحجۃ۔ اربعین کامل۔ ضرورت الامام۔ سراج منیر۔ استفتاء اردو۔ تحفۃ الندوہ۔ ضیاء الحق۔ چشمہ مسیحی۔
حجۃ اللہ۔ نسیم دعوت۔ پیغام صلح۔ کشف الغطا۔ الانذار۔ الندا من وحی السما۔ ریویو مباحثہ بٹالوی و
چکڑالوی۔ حقیقۃ المہدی۔ ایک غلطی کا ازالہ۔ آریہ دھرم۔ احمدی و غیر احمدی میں فرق۔ تجلیات۔

سٹ (امتحانی کتب ۱۹۳۸ء) نمبر ۳ سابقہ قیمت ۸/ موجودہ قیمت عہ

کتاب البریۃ۔ منن الرحمان۔ نسیم دعوۃ۔ مسیح ہندوستان میں

سٹ نمبر ۴ سابقہ قیمت صہ موجودہ قیمت ۸/

براہین احمدیہ حصہ اول۔ دوم۔ سوم۔ بخاری شریف پارہ اول از سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب۔
ذکر حبیب۔ ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ اسلام میں اختلافات کا آغاز۔ فتح اسلام۔ کشتی نوح۔

سٹ نمبر ۵ سابقہ قیمت ۸/ موجودہ قیمت عمار

بیس ۲۰ نفیس کُتب

سیرۃ مسیح موعودؑ۔ تبلیغ حق۔ اسلام میں اختلافات کا آغاز۔ اچھوتوں کی حالت زار۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ۔
انبراس المؤمنین۔ قبر مسیح۔ منصب خلافت۔ دنیا کا ہادی اور غیر مسلم دیوبان۔ اسمہٗ احمد۔ وصیت حضرت ڈاکٹر
عبدالستار شاہ صاحب۔ اچھوتوں کی درد بھری کہانیاں۔ جماعت احمدیہ۔ جعلی احادیث۔ حقیقۃ الامر۔
تجلیات الٰہیہ۔ اسوہ کامل۔ زلزلہ بہار۔ آہ نادر شاہ کہاں گیا۔ ایک تازہ نشان کا ظہور۔

نوٹ (۱) سٹ نمبر ۱ اور سٹ نمبر ۲ میں چالیس ۴۰ کتب ہیں جو صرف ۸/ میں مل سکتی ہیں۔ یہ رعایت سردست آخر جولائی تک ہوگی
(۲) تین یا اس سے زیادہ سٹ خریدنے والوں کو ⅟۴ حصہ قیمت کی مزید رعایت دی جائیگی جن اصحاب کے آرڈر پہلے آئینگے اور انکے پتے صاف لکھے ہونگے اُن کے حقوق کو مقدم رکھا جائیگا۔

خاکسار محمد اشرف مینجر بک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان

([illegible] قادیان میں [illegible] پرنٹر و پبلشر نے چھپوا کر [illegible] شائع کیا)